جلد (۷) مئی سنہ ۱۹۰۴ء نمبر (۲)

ایڈیٹر

شیخ عبدالقادر بی-اے

مخزن

اُردو علم ادب کی دلچسپیوں کا ایک ماہوار مجموعہ

مضامین نثر

امیر خسروؔ کا بچپن - مولوی حبیب الرحمٰن شروانی رئیس بھیکن پور - ۱

فارسی سجع سکوں پر - محمد مشرف الحق (از ایڈ نمبر ۱) ۹

بیوی کا انتخاب - عبدالرحمٰن سہروردی ایم کوریڈ ۲۳

مناجات - سجاد دہلوی عظیم آبادی ۲۸

حفظِ صحت - لالہ منشی لال ایم - اے - ۳۱

مفید تفریحات - مرزا محمد سعید (لاہور) ۳۸

مضامین نظم

نالۂ فراق - شیخ محمد اقبال ایم - اے ۴۵

رخصتِ شباب - منشی ذوالفقار علی گوہر - کمشنر انسپکٹر ۴۷

نغمۂ عشق - محمد ظفر علی خاں بی اے (حیدر آباد) ۵۱

کم فرصت بچہ - شیخ محمد اکرام اسسٹنٹ ایڈیٹر مخزن ۵۲

مرآت العروس - سید محمد ضامن (کنتوری) ۵۳

اقبال - بدر الدین قیصری (لاہور) ۵۶

تازہ غزلیں - ۵۸ - منتخبات سالک (ایڈیٹر) ۶۲

نو کروڑ ہندوستانی اُردو بولتے ہیں - اور اسی قدر اور ہندوستانی اُردو سمجھتے ہیں

○ ان شہروں میں اُردو مادری زبان ہے ◻ ان شہروں میں اُردو مروج ہے ⊕ ان شہروں میں اُردو سمجھی جاتی ہے -

کارخانہ پیسہ اخبار کی خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں باہتمام منشی عبدالعزیز مینیجر چھپا
اور شیخ عبدالقادر بی - اے مالک و ایڈیٹر نے شائع کیا

مخزن

لاہور سے ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے۔ ملک کے مستند اور مشہور نامہ نگاروں کے علاوہ ایک معقول تعداد نئے اور ہونہار اہل قلم کی اسکی اعانت میں مصروف ہے۔ یونیورسٹیوں کی ڈگریاں پائے ہوئے صاحب جنکو آجتک ملکی علم ادب سے غافل سمجھا جاتا تھا شوق سے اسکے بنانے میں شریک ہو رہے ہیں۔ اور کوئی رسالہ ایسا نہیں ہوتا۔ جس میں کم از کم دو چار مضمون ڈگری یافتہ صاحبان کی طرف کے نہوں۔ مضامین عام دلچسپی کے ہوتے ہیں۔ اور کوشش کیجاتی ہے کہ ہر قسم کے مذاق کیلئے کچھ نہ کچھ ہر پرچہ میں موجود ہو۔ رسالہ کا حجم ۸۰-۱۰۰ (?) تقطیع کے معہ سرورق و پشت صفحہ کا۔ قیمت مجلد بیرونی (؟) کاغذ پر للعہ محصول تین روپیہ (ع) اور دوم درجہ کے کاغذ پر دو روپے ہے۔

اس حجم کا کوئی اُردو رسالہ ایسی لکھائی و چھپائی کے ساتھ ان قیمتوں پر نہیں ملتا۔ محصول ڈاک اردو صورت میں چھ آنہ سالانہ ہے۔ درخواست خریداری کے ساتھ پیشگی قیمت یا ویلیو پی ایبل کی اجازت آنی چاہیے۔ مابعد کوئی حساب نہیں۔ نمونہ کے پرچہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔ (شیخ عبد القادر مالک و ایڈیٹر)

پھول (مصنفہ لالہ محمد یال صاحب) یہ بے نظیر کتاب ایسی نہیں ہے کہ کوئی فرد بشر اسکی نسبت یہ کہہ سکے کہ ہمارے مطلب اور مذاق کی نہیں ہے۔ یا ہم اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ دعوے سے کہا جاتا ہے کہ صرف یہی ایک ایسی کتاب ہے کہ جس سے تمام انسان بوڑھے جوان و بچے۔ مرد اور عورتیں۔ لڑکے اور لڑکیاں۔ خواندہ اور ناخواندہ تک مستفید و محظوظ ہو سکتے ہیں۔ اس کتاب پر عمل کرنے سے ہم صرف اپنے گھروں کو نہایت خوشنما ہی نہیں بنا سکتے بلکہ اپنی صحت بھی اچھی حالت پر رکھ سکتے ہیں۔ اس کتاب کے ذریعہ ہم اپنی روح کے لئے اسکی مرغوب غذا بہم پہنچا سکتے ہیں اور اپنے خیالات کو بلند شوق اور مذاق کو نفیس کر سکتے ہیں۔ ایسی بے بہا کتاب کی قدر ہر ایک کو دلی شوق سے کرنی چاہیے۔

موسم گرما و سرما خزاں بہار اور برسات کی دیسی و ولایتی پھولوں۔ آرائشی اشجار۔ بیلدار پودوں۔ آرائشی گھاسوں۔ پھولوں کی نوع بنوع کی کیاریوں کے نقشوں۔ آرائشی پتوں کے پودوں۔ فرن۔ آرائشی ناگ پھنی آرائشی کھجوروں و تاڑ۔ آرائشی کدو۔ اقسام بید۔ سنہری بانس۔ آبی پودوں وغیرہ وغیرہ سب کی نسبت خوب بحث کیگئی ہے۔ ہر ایک کا موسم کاشت۔ طریق کاشت اور استعمال نہایت وضاحت و فصاحت کے ساتھ دیا گیا ہے۔ اس مختصر اشتہار میں تمام کتب کے مضامین کا بالتفصیل بیان کرنا محال ہے۔ کتاب کی خوبی اسکے ملاحظہ سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

قیمت ایک روپیہ عہ معہ محصول ڈاک عہ۔ خریداری کی درخواستیں ذیل کے پتہ پر آنی چاہئیں +

جیون لال۔ مینجر امپیریل بک ڈپو چاندنی چوک۔ دہلی

مخزن

امیر خسرو کا بچپن

نقارخانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ یہ ایک مشہور مثل ہے۔ اولوالعزم پرانے کلیوں کو توڑتے اور نئے کلیے قائم کرتے ہیں۔ طوطئے ہند (امیر خسرو) کے کمال نے مثل بالا کا عکس آئینہ ہمت میں دیکھا ہے۔ اُنکے واسطے یہ کہنا پڑتا ہے کہ طوطیٔ ہند کی آوازِ نقارخانۂ گردوں میں کون نہیں سنتا۔ جہاں جاؤ اُن کا کمال بلند آوازہ ہے۔ جس طرف کان لگاؤ اُن کا کلام سامعہ نواز ہوتا ہے۔ صوفیا کی مجلس میں حاضر ہو۔ بزم شعرا میں جاؤ۔ پرانے کتبوں کی طرف جا نکلو۔ موسیقی کے جلسوں میں بیٹھو۔ گیت گانیوالیوں کے پاس سے گزرو۔ لطیفے کہ مکرنیاں وغیرہ سنو ہر جگہ خسرو یا کھسرو کا نام سنو گے۔ زمانہ بدلا تو مذاق بھی بدل گئے۔ ہم کسی باکمال کا نام یا کلام سنتے ہیں تو اس کے حالات کا تفحص اور شوقِ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ سوسائٹی بیخبر۔ پیش نظر کتابیں خالی۔ دل کی آرزو دل ہیں رہجاتی ہے۔ جس طرح ایک تازہ پودا پانی نہ ملنے سے خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ عزیز شوق مدد نہ پہنچنے سے افسردہ ہو کر رہجاتا ہے قیامت یہ ہے کہ جن اہل کمال کے نام مقبولیت کی برکت سے زیادہ روشن ہیں۔ انہیں کے حالات پر تاریکی نے زیادہ پردے ڈالے ہیں۔ امیر خسرو کی مقبولیت مسلّم۔ تصوّف کی کتابیں پڑھو۔ تذکرے دیکھو۔ معدودے چند واقعات پاؤ گے۔ اُن واقعات سے

اُس مذاق واقعہ سنج کی سیری نہ ہوگی جو حال کی سوانح عمریاں دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔ اسلاف میں باکمال بھی تھے وقائع نگار بھی۔ پھر یہ کیا غضب ہے کہ ایسے زندہ جاوید کُملا کے حالات لحدِ فنا میں سو رہے ہیں۔ حال یہ ہے کہ گزشتہ تین چار صدیاں ہم پر ایسی گذری ہیں جن میں خیالی و ذہنی مضامین کی حکومت ہمارے دماغوں پر رہی ہے۔ علوم میں معقولات۔ فنون میں شاعری۔ رات دِن انہیں کا چرچا تھا۔ اور ان دونو کو واقعات سے بہت کم مناسبت ہے۔ اس زمانہ کی اعلیٰ سے اعلیٰ تصنیف پڑھو اُسکا سرمایۂ ناز ذہنی مُوشگافی پاؤ گے۔ جس کے لئے اپنا خیال اور دماغ کافی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طبیعتیں حقائق سے غیر مناسب ہوگئیں۔ مذاق واقعات سے آشنا نہ رہے۔ تاریخی سرمایہ کو طاقِ نسیان میں پڑے پڑے فنا کی دیمک چاٹ گئی۔ خلاصہ یہ کہ پچھلوں نے اگلوں کی کمائی ڈبو دی۔ اور اُسکو ڈبو کر فنِ تاریخ سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ قیامت ہے کہ ابن بطوطہ اور ابن جبیر کے نام اور کام یورپ نے عرب و عجم کو سُنائے اور دکھائے تب ہم کو یہ خبر ہُوئی کہ ہم میں بھی یہ سرمایۂ نازش تھا۔ ہندوستان میں بہت سے عُلمائے نامور گزرے ہیں مگر اُنکے حالات میں کوئی تذکرہ یا طبقات کی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اگر آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان لکھ کر تھوڑی بہت جان نہ ڈال دیتے تو اُن کا نام بھی زندہ نہ رہتا۔ شعرا کا حال سب سے زیادہ تباہ ہوا۔ یہاں ازل سے نام و نشان سے دشمنی چلی آتی ہے۔ تذکروں میں مسجّع اور مقفّیٰ عبارت بہت۔ نام اور تخلّص کی رعایت سے مملو فقرے مسلسل۔ لیکن سلسلۂ واقعات معدوم۔ تذکرہ حالات مفقود۔ اس ظلمت کدہ میں جب کسی طرف سے روشنی کی کرن آجاتی ہے تو آنکھیں سی کُھل جاتی ہیں۔ دِل نورِ مسرّت سے روشن ہوجاتا ہے۔

یہ تو مشہور ہے کہ امیر خُسرو کے چار دیوان تھے۔ تحفۃ الصغر۔ وسط الحیات۔ غرۃ الکمال۔ بقیہ نقیہ۔ ان چاروں کا خلاصہ (دیوان خُسرو کے نام سے) ہندوستان کے

ایک مشہور مطبع نے چھاپا ہے - عبرت کی آنکھیں ان اربعہ عناصر کو دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو روتی ہیں - کلام کو ایسا مسخ کیا ہے کہ اصلی خط و خال کا نشان باقی نہیں - مطبوعہ نسخہ کو کسی صحیح مجموعہ سے ملا کر پڑھئے تو اصلیت جلوہ گر ہو -

تحفۃ الصغر کا ایک قدیم قلمی نسخہ حال میں میرے ہاتھ آیا ہے - دیباچہ میں مصنف نے اپنی ابتدائی شاعری کے کچھ حالات لکھے ہیں جو بیحد دلچسپ ہیں - "تنہا خوری پسندیدہ نہیں" مخزن کے خوانِ نعمت پر اُس کا لُبِ لُباب چُنتا ہوں - ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے - عبارت صنائع بدائع سے مرصع نہ ہوتی تو لفظی ترجمہ پیش کرتا - جس سے حال و قال دونو کا لطف حاصل ہوتا -

اِس چھوٹے سے دیوان میں ۱۶ برس کی عُمر سے ۱۹ برس تک کا کلام ہے - ابتداءً امیر خسرو کا تخلص سُلطانی تھا وہی اِس مجموعہ میں جا بجا نظر آتا ہے - کم کم خسرو بھی ہے - قصیدہ - غزل - رباعی - قطعہ ہر قسم کے کلام پاؤ گے - تصوّف - تغزل - مدح - ظرافت - مفہوم کا بھی ہر رنگ موجود ہے - ہجو نام کو نہیں - اقسامِ کلام کا شمار حسبِ ذیل ہے :- قصائد ۳۴ - ترجیع ۲ - ترکیب بند ۲ - قطعات ۲۳ - غزلیات (غیر مرتّب) ۲۷ مثنوی یک - رباعیات ۲۰۵ - قصائد میں بعض قصیدے سُلطان علاؤالدین کی مدح میں ہیں - یہ غالباً الحاقی ہیں اِس لئے کہ سُلطان ممدوح ۶۹۵ھ میں تخت نشین ہوا اور اُسوقت امیر خسرو کی عُمر ۴۳ برس کی تھی -

خُلاصۂ دیباچہ میں جو حالات آپ ابھی پڑھینگے اُنکے سوا یہ دو چار اور معلوم ہو سکتے ہیں -

امیر خسرو ۶۵۲ھ * کو مومن آباد پٹیالی (ضلع ایٹہ ممالک متحدہ) میں پیدا ہوئے - پانچ برس کے تھے کہ دار الکمال دہلی پہنچے - باپ کا سایہ کم سنی میں سر سے اُٹھ گیا - نانا نے

* سالِ پیدائش قران السعدین کے ان اشعار سے واضح ہوتا ہے ؎ آنچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت - بود ۶۸۸ شش صد و ہشتاد و ہشت + سال من امروز اگر بر رسی - راست بگویم ہمہ شش بود و سی - ۳۶ - ۶۸۸ = ۶۵۲ سنہ ہجری -

تربیت کی ۔ یاوری طالع دیکھو ۔ اُس زمانہ میں حضرت سلطان نظام الدّین اولیا کا قیام اُنکے نہال میں تھا*۔ اُنہوں نے لڑکپن میں ہی شرف بیعت حاصل کیا ۔ نیز منزل سخن کی ہدایت پائی ۔ مُرشدِ کامل نے آغاز ہی میں یہ گُر تلقین فرما دیا تھا ۔ "بطرز صفاہانیاں بگو" یعنی عشق انگیز و زلف و خال آمیز ۔ ابتدا از جو شعر کہتے وُہ حضرت کے ملاحظہ میں پیش کرتے ۔ دیوانِ مبتدی و منتہی حضرت نے خود اُنکو پڑھایا اور اس کے رموز و اشارات ذہن نشین فرمائے ۔ اس فیضان نے کلامِ خُسرو میں وُہ سوز و گداز پیدا کر دیا کہ آجتک جو سنتا ہے دِل تھام لیتا ہے ۔ (یہ حالات سیر الاولیا و سیر العارفین سے ماخوذ ہیں) ۔

خلاصۂ دیباچۂ تحفۃ الصّغر

بندہ خُسرو عرض پرداز ہے کہ عنایتِ ایزدی سے مَیں نے بارہ برس کی عمر میں بیت و رُباعی کہنی شروع کی ۔ فضلا و بلغاء روزگار اُنکو سُنکر تعجّب کرتے تھے اُنکے تعجب سے میرا شوق اُبھرتا تھا ۔ وُہ بزرگ میری قابلیت دیکھ کر ترغیب دیتے تھے ۔ میرا یہ عالم تھا کہ کثرتِ شوق کے اثر سے شام سے صبح تک چراغ کے سامنے مثلِ قلم سرنگوں رہتا تھا ۔ اور رات کو مطالعہ میں مصروف ۔ یہانتک کہ نظر میں دِقّت پیدا ہوئی اور کلام کی باریکیاں خیال میں آنے لگیں ۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ ابنائے جنس میری طبیعت کے امتحان لیتے تھے ۔ امتحان سے میرا دِل گرماتا تھا ۔ اور دِل کی گرمی زبان میں روانی پیدا کرتی تھی ۔ اسوقت تک کوئی اُستاد نہ ملا تھا جو دقائق کی راہ بتاتا ۔ قلم کو بے راہ روی سے روکتا ۔ نقائص کو دُور کرکے کمال کا جلوہ دکھاتا ۔ بس میں نوآموز طوطی کی طرح اپنے ہی خیال کے آئینہ کے سامنے بیٹھا بیٹھا مشقِ سخن کیا کرتا تھا ۔ اور سخن سنجی سیکھتا تھا ۔ اسی طرح اہلِ دِل

*قدیم دہلی کا ایک دروازہ منڈی دروازہ کے نام سے مشہور تھا اسکے پاس ہی امیر خسرو کے ننہال کا مکان تھا اسکا موقع اب بی بی فور کے مقبرہ کے قریب متصل درگاہِ حضرت قطب صاحب ہے ۱۲

کی صیقل گری اپنی ہی قوتِ بازو سے کرتا رہا - اُستادوں کی تصانیف کا مطالعہ ہمیشہ کرتا تھا حتٰی کہ مذاقِ لطفِ کلام و ذوقِ سخن سے آشنا ہوا - انوری و سنائی کا کلام دیکھتا اور فہم کو روشنی پہنچاتا - جو عمدہ نظم نظر آتی اس کا جواب لکھتا - جس دیوان کا مطالعہ کرتا اُسی کے انداز پر شعر کرتا - ایک عرصہ تک خاقانی کے دامنِ دولت سے لپٹا رہا - جو الفاظ اسکے کلام میں مغلق تھے انکی تعلیق کی (یعنے نوٹ لکھے) اگرچہ مغلق اشعار کو حل کرتا تھا تاہم بمقتضائے نوعمری کما حقہٗ حقائقِ کلام واضح نہیں ہوتے تھے - ہرچند میری ہمت آسمان پیما تھی لیکن اُستاد کے کلام کا پایہ اتنا بلند تھا کہ میرے فہم کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی تھی - باایں ہمہ عاقبۃ الامر اُستاد کی پیروی سے طبیعت بڑھنے لگی - چونکہ میرے کلام کا کوئی خاص مرجع نہ تھا ہر اُستاد کے رنگ میں کہتا تھا - اِس لئے اِس مجموعہ میں متقدمین و متاخرین سب کا رنگ موجود ہے -

حاصل کلام میرے والد نے تحصیلِ علم کے واسطے مکتب میں بٹھایا - یہاں یہ حال تھا کہ قافیہ سے تکرار تھے - میرے اُستاد مولانا سعد الدین خطاط مشقِ خط کی تاکید کرتے تھے - میں اپنی ہی دُھن میں تھا - وُہ پیٹھ پر دُرّے لگاتے مجھ کو زلف و خال کا سودا تھا - انتہا یہ کہ اُسی سن میں وُہ شعر و غزل کہنے لگا جسکو سُنکر بزرگوں کو حیرت ہوتی تھی - ایک مرتبہ صبح کے وقت میرے اُستاد کو خواجہ اصیل نائب کوتوال نے خط لکھنے کے واسطے بُلایا - میں دوات قلم لیکر ہمراہ ہوا - اُس عزیز کے گھر میں خواجہ عزیز الدین یکتا کلاتی نظر بند تھے - خواجہ موصوف عالم متبحر اور دریائے سخن کے شناور تھے - جب ہم وہاں پہنچے تو وہ مطالعہ کتاب میں مصروف تھے - اثنائے مطالعہ میں جب وُہ کسی مضمون پر گفتگو کرتے تھے تو اُن کے مُنہ سے موتی جھڑتے اور جواہرِ آبدار زبان سے نکلتے - میرے اُستاد نے اُن سے کہا کہ یہ میرا ادنٰی سا شاگرد اس بچپن میں نظم کا بیحد شائق ہے - شعر کہتا بھی خوب ہے - کتاب اسکو دیکر امتحان کیجئے

خواجہ عزیز نے فوراً کتاب مجھ کو دیکر سنانے کی فرمائش کی۔ میں نے اشعار ترنم آمیز لہجہ میں پڑھنے شروع کئے۔ اُس کے اثر سے آنکھیں پُرنم ہوگئیں۔ ہر طرف سے تحسین کی آواز آنے لگی۔ پھر میرے اُستاد نے کہا کہ پڑھنا سُن لیا اب کوئی بیت پیش کرکے جودت طبع کی آزمائش کیجئے۔ خواجہ ممدوح نے چار غیر متناسب چیزوں کے نام لیکر کہا انکو نظم میں موزون کرو۔ وُہ نام مو۔ بیضہ۔ خربزہ۔ تیر تھے۔ میں نے اُسے جلسہ میں یہ رباعی موزون کرکے سُنائی ؎

هر موئے کہ در دو زلفِ آں صنم ست — صد بیضۂ عنبریں برآں موئے ضم ست
چوں تیر مداں راستی دلش را زیرا کہ — چوں خربزہ دندانش درونِ شکم ست

جس وقت میں نے یہ رباعی پڑھی خواجہ نے بہت ہی آفرین فرمائی۔ اور نام پوچھا میں نے کہا خسرو۔ باپ کا نام پوچھا۔ میں نے کہا لاچین۔ کہا لاچین ترکِ خطا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ بخطا ترک ہے۔ دریافت کیا تم درم خریدۂ ناصری[1] ہو۔ عرض کی سُلطانی شمسی[2] ہوں (سلطانی اشرفی کو کہتے تھے۔ درم خریدہ کی کیسی رعایت ہے) فرمایا چونکہ تمہاری نسبت سُلطانی ہے لہٰذا سُلطانی اپنا تخلص رکھو۔ اس کے بعد بہت سی باتیں میرے دل بڑھانے کی کیں۔ اور فن کے متعلق بہت سی دقیق باتیں تلقین فرمائیں۔ جنکو میں دل میں رکھتا گیا۔ اس روز سے میں نے اپنا تخلص سُلطانی رکھا۔ اس دیوان میں یہ سکہ بہت رائج ہے۔ اُس کے بعد میں باریک مضامین کے پیچھے پڑا رہا۔

یہ سب کچھ ہوا مگر چونکہ زمانہ لڑکپن کا تھا اِس لئے کبھی کلام جمع کرنے کا خیال نہیں کیا۔ میرا بھائی تاج دین زاہد جس کی باریک بین طبیعت مشاطۂ طرۂ اشعار ہے۔ اُن اشعار کو فراہم کرلیتا تھا۔ اور جو کچھ میں نے ۱۶ برس کی عمر سے ۱۹ برس

[1] اشارہ بجانب سلطان ناصر الدین ۱۲ [2] اشارہ بجانب سلطان شمس الدین شمسی ۱۲

کی عمر تک کہا اسکا ایک مجموعہ اُس نے بنایا - میں نے اُسکو دیکھ کر کہا کہ یہ پانی میں ڈبو دینے کے قابل ہے - اُس نے نہ مانا اور فرمائش کی کہ اس کو مسلسل کر دو - چنانچہ میں نے ہر حصہ کلام پر ایک شعر اُس کے عنوان کے طور پر کہکر لگا دیا - یہ میرا ایجاد ہے - مجھ سے پیشتر کسی نے یہ سلسلہ قائم نہیں کیا - اس دیوان کا نام تحفۃ الصغر ہے - سچ یہ ہے کہ ہر چند اوراقِ باطل جمع ہیں - میدان نشیب فراز سے معمور تھا اور پانوں میں لنگ تھی - میں نے بہت چاہا کہ بادپائے قلم کو جنبش نکرنے دوں - لیکن دوستوں نے نہ مانا - عموماً سب اور خصوصاً بھائی تاج دین برابر مُصر ہے - میں برسوں اس تاج بلند گوہر کے سلک محبت میں سرفراز رہا ہوں - اور اخوت کے اثر نے ہم دونو کو بے مبالغہ برادران توام کی مثال بنا دیا ہے - خدا ہمارے بھائیوں کی تعداد میں ترقی دے - ؎

بسکہ جانم یگانہ شد با اُو در گمانم کہ این منم یا او

اُسکا مقصود یہ تھا کہ یہ دفتر پریشان کسی شمار میں آجائے - میں کہتا تھا کہ لوگ اعتراض کرینگے - وہ کہتا تھا کہ دانا یہ دیکھ کر (جیسا کہ نام سے ظاہر ہے) کہ یہ بچپن کا کلام ہے اعتراض نہ کریگا - نادان کے اعتراض کا لحاظ کیا - میں کہتا تھا کہ اس میں شتر گربہ (رطب و یابس) بہت ہے - اسکا جواب تھا کہ لوگ اسکو تعویذ بنا کر موشک بازو (بازو کی چوہیا) پر باندھینگے - غرض برادرِ موصوف کے اصرار سے اس مجموعہ کو یارانِ خوب شمائل کی خدمت میں پیش کرتا ہوں - اُمید ہے کہ بہ طیبِ خاطر قبول فرمائینگے -"

نظرے خوش گذرے

آپ نے دیباچہ کا خلاصہ مُلاحظہ کیا - دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ امیر خسرو کو کشورِ سخن کا تاجدار کس چیز نے بنایا - فطری مناسبت - کثرت مطالعہ - ولولۂ شوق -

اصلی سبب تھے - سوسائٹی کا قابل ہونا ہمسروں کی چھیڑ چھاڑ - بزرگوں کی نقادی شفقت و یارانِ ہمدم کی ہمت افزائی - ان سے اُن اسباب کو قوت پہنچی - اور سب کے مجموعی زور نے تختِ خسروی پر جا بٹھایا - جب جوہر قابل بنکر دربار سلاطین میں پہنچے تو خانِ شہید (شاہزادہ محمد سلطان پسر سلطان غیاث الدین بلبن) سے مربی ملے - جو خود سخن سنج و نقادِ فن تھے - قران السعدین میں امیر خسرو نے اپنی ترقی کا جو گُر لکھا ہے وُہ ہر راہروِ منزلِ کمال کے واسطے توشہ بن سکتا ہے - ؎

هر چه ستائش کنندم مردِ هوش — گرچه بود رحمت نیارم بگوش
زانکه چو زیں فن بغرور اوفتم — ترسم ازیں مرتبه دُور اوفتم
چرب زبانی نبود سُود مند — طفل بود کش بفریبی بفتند
آنکه شناسنده ایں گوهرست — گر همه نفریں کنندم درخورست
وانکه بتقلید نشست اندریں — نشنوم از خود کنندم آفریں

شروانی (از بھیکن پور ضلع علی گڑھ)

دولت و عزت

زر سے گلِ کاغذ گلِ تر ہو نہیں جاتا — مس پہ جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا — ہر قطرۂ بے مایہ گہر ہو نہیں جاتا

جس پاس عصا ہو اُسے موسیٰ نہیں کہتے
ہر مالکٔ کو عاقل یہ بعضا نہیں کہتے

دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی — دُنیا سے دنی کام کسی کے نہیں آتی
گو فقر ہو عالی نسبی پر نہیں جاتی — بینا ہیں وُہ - جو دیکھتے میں جوہر ذاتی

محتاجی سے - کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا
عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

(منشی احمد علی بی اے - نسیم [illegible])

فارسی سجع سکوں پر

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ بابت مارچ ۱۹۰۷ء

اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۶۹ھ - ۱۱۱۸ہجری

اس بادشاہ نے اپنی پچاس سالہ حکومت میں تقریباً سارے ہندوستان پر جس میں دکن بھی شامل ہے - قبضہ اقتدار حاصل کر لیا تھا - اس کے سکے بعض ایسے مقامات میں ڈھلے جہاں اُس سے پہلے اسلامی سکے کبھی رائج نہ ہوئے تھے - اس وقت تک جو جو سکے مل چکے ہیں - اُن سے دارالضربوں کی تفصیل یوں قائم ہوتی ہے :-

اکبر آباد - لاہور - شاہجہان آباد - برہان پور - پٹنہ - سورت - ٹھٹھہ - کابل - اجمیر - ملتان - نارنول - جوناگڈھ - کمبھت - اٹاوہ - خجستہ بنیاد اورنگ آباد - گولکنڈہ - مچھلی بندر - احمد نگر - بیجاپور - چینا پٹن (مدراس) نصرت آباد - بریلی - لکھنو - عالمگیر پور - ظفر پور - ظفر آباد -

مذکورہ شہروں میں سے ضرب کے لحاظ سے شاہ جہان آباد دارالخلافہ - اورنگ آباد خجستہ بنیاد - ملتان دارالامان - اجمیر دارالخیر - لاہور دارالسلطنہ - بیجاپور دارالظفر - کابل دارالملک اور اکبر آباد مستقر الخلافہ کی شان سے مشرف کیے گئے تھے -

عالمگیر نے اپنے سکہ کی نظم اپنے آپ تصنیف کی تھی - جس کا قصہ مشہور ہے - اور وجہ بیان کی جاتی ہے کہ اُس کے دربار کے شعرا نے جو سجع لکھا تھا اُس کو اُس نے پسند نہ کیا کر پُرانے دستور کے موافق سجع کہنے والے کو انعام اور خلعت

دینار پڑتا جو عالمگیر کی کفایت شعار طبیعت کے خلاف تھا۔ لیکن ہم اس نقل کو باور کرنے میں اس لئے توقف کرتے ہیں کہ جو سجع اورنگ زیب نے اپنے آپ کہا وہ درحقیقت ایسا تھا کہ اُس سے بہتر لکھا جانا ممکن نہ تھا۔ وہ سجع سونے اور چاندی کے سکوں کا روپ اس طرح دکھاتا ہے کہ :۔

(۱) سکہ زد در جہاں چو بدر منیر
شاہ اورنگ زیب عالمگیر

(۲) سکہ زد در جہاں چو مہر منیر
شاہ اورنگ زیب عالمگیر

اعظم شاہ ۔ سنہ ۱۱۱۹ ہجری

اس کے احمد آباد ۔ برہان پور۔ اور خجستہ بنیاد ۔ (اورنگ آباد) کے دارالضرب کے ڈھلے ہوئے سکے ملے ہیں۔

اس کی نظم کا ایک شعر یہاں درج کیا جاتا ہے :۔

(۱) سکہ زد در جہاں بدولت و جاہ
پادشاہ ممالک اعظم شاہ

مرزا کام بخش ۔ سنہ ۱۱۱۹-۲۰ ہجری

مغلیہ خاندان کا یہ پہلا شاہزادہ تھا جس نے حیدرآباد دکن کو دارالضرب مقرر کیا۔ اس کے بیجاپور اور حیدرآباد کے سکے دستیاب ہوئے اور سجع یہ تھا۔

(۱) در دکن زد سکہ بر خورشید و ماہ
بادشاہِ کام بخش دین پناہ

بہادر شاہ اوّل ۱۱۱۹ - ۲۳ ہجری

اِس عہد کے دار الضرب - اکبر آباد - لاہور - شاہجہان آباد - برہان پور - عظیم آباد (پٹنہ) سورت - اجمیر - پشاور - خجستہ بنیاد - شولاپور - اور اجین تھے - کسی اور ضرب کا سکّہ نہ کسی پر صحیح دیکھنے میں آیا -

برہان پور دار السرور - لاہور دار السلطنت - بیجاپور دار الظفر - اجین دار الفتح - اجمیر مستقر الخلافہ - اور اکبر آباد مستقر الملک مشہور تھے -

---

جہاندار شاہ ۱۱۲۴ ہجری

اکبر آباد - شاہجہان آباد - سورت - اور خجستہ بنیاد کے ضرب شدہ سکے جہاندار کے نام سے رائج ہوئے تھے - اکبر آباد وہی مستقر الملک تھا جیسا کہ بہادر شاہ کے عہد میں صحیح بھی تھا -

(۱) بزد سکہ چوں مہر صاحب قِراں
جہاندار شہ بادشاہِ جہاں

(۲) در آفاق زد سکہ چوں مہر و ماہ
ابو الفتح غازی جہاندار شاہ

فرخ سیر۔ ۱۱۲۴ھ-۳۱ ہجری

سات برس میں ذیل کے مقامات میں سکہ ڈھالا:-

اکبرآباد (مستقر الملک و مستقر الخلافہ) لاہور۔ شاہ جہان آباد۔ پٹنہ و عظیم آباد۔ سورت۔ ملتان۔ گوالیار۔ اٹاوہ۔ چینا پٹن (مدراس) بریلی۔ آرکٹ۔ کٹک۔ اعظم نگر۔ امتیاز گڑھ۔ گوٹی۔ گنگ پور۔ مرشد آباد۔ برہان پور (دار السرور) بیجاپور (دار الظفر) سجع صرف ایک دستیاب ہوا:-

(۱) سکہ زد از فضل حق بر سیم و زر
بادشاہ بحر و بر فرخ سیر

رفیع الدرجات۔ ۱۱۳۱ھ

اس سال اکبرآباد۔ لاہور۔ شاہجہان آباد۔ پٹنہ اور معظم آباد کی ضربوں سے سکے ڈھلے تھے۔ جن پر رفیع الدرجات کا نام تھا۔ ایک سجع بھی تھا:-

(۱) زد سکہ بہند با ہزاراں برکات
شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات

رفیع الدولہ۔ ۱۱۳۱ھ

سجع غائب ہے لیکن ذیل کی دار الضربوں سے کام لیا گیا تھا۔

اکبرآباد۔ لاہور۔ شاہجہان آباد۔ عظیم آباد (پٹنہ)۔ سورت خجستہ بنیاد۔ بریلی اور مرشد آباد۔

نیکوسیر - سنہ ۱۱۳۱ ہجری

اس کے زمانہ کے صرف سورت کے سکّے دیکھنے میں آئے - لیکن سجع کی خبر نہیں -

---

ابراہیم - سنہ ۱۱۳۲ ہجری

شاہ جہان آباد کی ضرب کا سکہ اور ایک سجع بھی موجود ہے -

(۱) سکّہ بر سیم زد اندر جہاں
بفضلِ محمد ابراہیم شاہ شاہاں

محمد شاہ - سنہ ۱۱۳۱ - ۱۱۶۱ ھ

ہندوستان میں اس بادشاہ کا تسلط خاصہ تھا جیسا کہ اُس کے عہد کے دار الضربوں کی تفصیل سے ظاہر ہوگا -

اکبر آباد - لاہور - شاہجہان آباد - عظیم آباد - سورت - ٹھٹہ - اکبر نگر - اودہ - کشمیر - اٹاوہ - خجستہ بنیاد - بریلی - مرشد آباد - کڑہ - اجاپور - اسلام آباد (چٹ گاؤں) بنارس - شاہ آباد - سواجیپور - امتیاز گڑہ - اور فرخ آباد -

ہمیں ایک سجع کا پتہ بھی چلا - جس کا سنہ تو ۱۱۳۱ نیکوسیر کے زمانہ کا لیکن نام اُس میں محمد شاہ کا ہے - اسی لئے ہم یہاں درج کرتے ہیں -

(۱) سکّہ زد در جہاں بہ لُطفِ الٰہ
بادشاہِ زماں محمد شاہ

احمد شاہ ۱۱۶۱ھ ہجری

اس کے عہد میں اکبر آباد۔ شاہجہان آباد۔ عظیم آباد۔ مرشد آباد۔ بنارس۔ احمد نگر۔ فرخ آباد۔ اور مراد آباد۔ دار الضرب قائم کئے گئے تھے۔ سجع کا حال معلوم نہ ہوا۔

عالمگیر ثانی ۱۱۶۷ھ-۱۱۷۳ھ ہجری

اس بادشاہ کے حکم سے اکبر آباد۔ لاہور۔ شاہ جہان آباد۔ مرشد آباد۔ احمد نگر۔ فرخ آباد۔ امتیاز گڑھ۔ اندرا پور یا اندور میں سکوں پر ضرب لگی تھی۔ سجع بھی تھا۔

(۱)　سکہ زد بر ہفت کشور ہمچو تاباں مہر و ماہ
شاہ عزیز الدین عالمگیر غازی بادشاہ

شاہ جہان ثالث ۱۱۷۳ھ ہجری

شاہ جہان آباد۔ احمد آباد۔ احمد نگر۔ فرخ آباد۔ اندرا پور اور اسلام آباد کے ضرب کے صیغوں نے سکہ ڈھالے تھے۔

شاہ عالم ۱۱۷۳ھ-۱۲۲۱ھ ہجری

ابھی تک دہلی کے تخت کی حکومت دُور دُور تھی۔ ذیل کے شہروں میں شاہ عالم کے نام کی مہر سکوں پر لگی :-

اکبر آباد۔ شاہ جہان آباد۔ احمد آباد۔ عظیم آباد۔ سُورت۔ مرشد آباد۔ احمد نگر۔ فرخ آباد۔ اٹاوہ۔ بنارس۔ بہادر پٹن۔ دِل شاد آباد۔ جہانگیر نگر۔ (ڈھاکا) سری نگر

لکھنؤ - اور نجیب آباد -

شعر یہ تھا - سکہ زد بر ہفت کشور سایۂ فضلِ الٰہ

حامئ دینِ محمد شاہِ عالم بادشاہ

ضربِ فرخ آباد

حامئ دینِ محمد سایۂ فضلِ الٰہ

سکہ زد در ہفت کشور شاہ عالم بادشاہ

بیدار بخت - ۱۲۰۲ھ - ہجری

صرف شاہجہان آباد اور احمد آباد کی ضرب کے سکوں کا حال کھلا -

محمد اکبر ثانی ۱۲۲۱ھ - ۵۳ ہجری

صرف شاہجہان آباد اس بادشاہ کا دار الضرب تھا -

بہادر شاہ ثانی ۱۲۵۳ھ ، ہجری

اس آخری برائے نام بادشاہ کا دار الضرب بھی وہی شاہجہان آباد تھا - اور یہ اشعار اِنکے مشہور ہیں :-

بزر زد سکۂ نصرت طرازی

سراج الدین بہادر شاہِ غازی

سکہ زد در جہاں بفیضِ الٰہ

شاہ کشورستاں بہادر شاہ

اب ہم ہندوستان سے گذر کر ایران پہنچتے ہیں - اور اس سلطنت کے جو جو سکے دستیاب ہو چکے ہیں اُن کی نظم سُنانے میں مصروف ہوتے ہیں - ایران کے

خاندانوں کو ہم نے تفصیل کی آسانی کے لئے جُدا کر کے ہر بادشاہ کے نام کے بعد اُس کی تاریخ تخت نشینی بھی لکھدی ہے - ہمارے مضمون میں کوئی صفت ہے تو یہی کہ اسے محض سکّوں کے نقوش کی مدد سے لکھا اور صرف برائے نام تاریخی کتابوں سے واقعات کو ملالیا ہے -

ا - خاندانِ صفوی -

اسمٰعیل شاہ ثانی - ۹۸۴ھ ہجری

(۱) زمشرق تا بمغرب گر امام است
علی وآل او مارا تمام است

عبّاس شاہ ثانی - ۱۰۵۲ھ ہجری

(۱) بگیتی سکّہ صاحبقرانی
زد از توفیقِ حق عباس ثانی

(۲) بگیتی آنکہ اکنوں سکّہ زد صاحبقرانی
ز توفیقِ خدا کلبِ علی عباس ثانی

سلیمان شاہ اوّل ۱۰۷۹ھ ہجری

(۱) ز بعد ہستی عبّاس ثانی
صفی زد سکّۂ صاحبقرانی

(۲) بہرِ تحصیلِ رضائے مقتدائے انس و جاں
سکّۂ خیرات بر زر زد سلیمانِ جہاں

(۳) سکّۂ مہرِ علی را تا زدم بر نقدِ جاں
گشت از فضلِ خدا محکومِ فرمانِ جہاں

سلطان حسین اوّل ۱۱۰۵ھ

(۱) گشت صاحب سکّہ از توفیقِ ربّ المشرقین
در جہاں کلبِ امیر المومنین سلطان حسین

(۲) زد ز توفیقِ حق بچہرۂ زر
سکّہ سلطان حسینِ دین پرور

سلطان طہماسپ ثانی ۱۱۳۵ ہجری

(۱) بگیتی سکّہ صاحبقرانی
زد از توفیقِ حق طہماسپ ثانی

(۲) سکّہ زد طہماسپ ثانی بر زرِ کامل عیار
لافتیٰ الّا علی لاسیف الّا ذوالفقار

(۳) از خراسان سکّہ بر زر شد بتوفیقِ خدا
نصرت و امداد شاہ دین علی موسیٰ رضا

عباس ثالث ۱۱۴۴ ہجری

(۱) سکّہ بر زر زد بتوفیقِ الٰہی در جہاں
ظلّ حق عباس ثالث ثانیٔ صاحبقراں

سلطان حسین ثانی سنہ ۱۱۶۶ ہجری

(۱) دارو زشاہِ مرداں فرمانِ حکمرانی
فرزند شاہ طہماسپ سلطان حسین ثانی

سُلطان محمد سنہ ۱۲۰۰ ہجری

(۱) بزر زد سکّہ از الطاف سرمد
شہِ والا گہر سلطان محمد

ب ۔ خاندانِ داؤد۔

احمد شاہ سنہ ۱۱۳۹ھ

(۱) سکّہ زد بر ہفت کشور چتر زد چوں مہر و ماہ
وارثِ ملکِ سلیماں گشت احمد بادشاہ

سلیماں شاہ ثانی سنہ ۱۱۶۳ ہجری

(۱) زد از لطف حق سکّہ کامرانی
شہِ عدل گشتہ سلیمانِ ثانی

(۲) بر فروزد روئے (؟) زمے چوں طلوع مہر و ماہ
وارثِ ملک شد سلیماں بن سادات شاہ

ج ۔ خاندانِ افغاناں

محمود شاہ سنہ ۱۱۳۵ ہجری

(۱) سکّہ زد از مشرقِ ایراں چو قرصِ آفتاب

شاہ محمودِ جہانگیرِ سیادت انتساب

(۳) فرو رود بزمین ماہ و آفتابِ منیر
زرشکِ سکۂ محمود شاہ عالمگیر

اشرف شاہ - سنہ ۱۱۳۷ ہجری

(۱) بہ اشرفی اثرِ نامِ آں جناب رسید
شرف ز سکۂ اشرف بہ آفتاب رسید

(۲) دست زد بر جبلۂ اشرف شاہ
بود تغییرِ سکہ داد گناہ

(۳) ز لطفِ شاہِ اشرف حق شعار
بزر نقش شد سکۂ چار یار

د - خاندانِ افشاری -

نادر شاہ - سنہ ۱۱۴۸ ہجری

(۱) سکہ بر زر کرد نامِ سلطنت را در جہاں
شاہِ شاہاں نادرِ صاحبقراں

(۲) ہست سلطاں بر سلاطینِ جہاں
شاہِ شاہاں نادر صاحبقراں

عادل شاہ - سنہ ۱۱۶۰ ہجری

(۱) گشت رائج بحکمِ لم یزلی

سکۂ سلطنت بنامِ علی

ابراہیم شاہ سنہ ۱۱۶۱ھ

(۱) سکہ بر صاحبقرانی زد بتوفیقِ الٰہ
ہمچو خورشید جہاں افروز ابراہیم شاہ

شاہ رُخ سنہ ۱۱۶۳ ہجری

(۱) (بزرتا) شاہ رُخ زد سکۂ صاحبقرانی را
(دو) بارہ (؟) دولتِ ایراں گرفت سرجوانی را

(۲) سکہ زد در جہاں بحکمِ خدا
شاہ رُخ کلب آستانِ رضا

(۳) سکہ زد از سعیِ نادر ثانیِ صاحبقراں
کلبِ سلطانِ خراساں شاہ رُخ (شاہِ) جہاں

۷- خاندان زند-

لطف علی خان سنہ ۱۲۰۳ ہجری

(۱) گشت زد سکہ بر زر
لطف علی بن جعفر

س - سلسلۂ سجع علی رضائی -

طہماسپ ثانی سنہ ۱۱۳۵ھ و عباس ثالث سنہ ۱۱۴۴ھ

(۱) از خراسان سکہ بر زر شد بتوفیقِ خدا
نصرت و امداد شاہِ دیں علی موسیٰ رضا

ابراہیم شاہ سنہ ۱۱۶۱ھ

(۱) ز فیضِ حضرت باری و سرنوشتِ قضا
رواج یافت بزر سکۂ امامِ رضا

محمد حسن و آقا محمد سنہ ۱۱۶۳ھ

(۱) بزر سکۂ از میمنت زد قضا
بنامِ علی بن موسےٰ رضا

ص- سلسلہ مہدیہ-

کریم خاں و آقا محمد

(۱) تا زر و سیم در جہاں باشد
سکۂ صاحب الزماں باشد

کریم خاں - ابوالفتح صادق - علی مراد - و آقا محمد سنہ ۱۱۶۳ھ

(۱) شد آفتاب و ماہِ بزر و سیم در جہاں
از سکۂ امامِ بحق صاحب الزماں

آزاد خاں - سنہ ۱۱۶۳ ہجری

(۱) تا کہ آزاد در جہاں باشد
سکّہ صاحب الزّماں باشد

آقا محمد سنہ ۱۱۹۳ھ

(۱) تا زر و سیم را نشاں باشد
سکّہ صاحب الزّماں باشد

(۲) بر زر و سیم تا نشاں باشد
سکّہ صاحب الزّماں باشد

ط - خاندان قاچار

ناصر الدین شاہ سنہ ۱۲۶۴ ہجری

(۱) ہر شیر دل کہ دشمن شہ را عیاں گرفت
از آفتاب ہمّت ما ایں نشاں گرفت

محمد مشرّف الحق (از ایڈن برا)

تم نے کب مانی بھلا میری کہی
تم تو کرتے ہو سدا اپنی کہی

پند گو کی پند میں تھا شہد بند
ہم کو کیوں کڑوی لگی میٹھی کہی

اپنی کج فہمی سے ہم سمجھا کئے
بات اُلٹی تم نے جو سیدھی کہی

ناصحا کیوں عشقبازی ہے بُری
واہ وا استاد جی اچھی کہی

(مضطر)

بیوی کا انتخاب

(انگریزی سے ترجمہ)

اماں حوا کا آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہو کہ عورت مرد کی مونس و رفیق ہونیکے لئے بنائی گئی ہے۔ پس یہ رفیق طریق جس قدر اچھا ہو اسی قدر مرد کی خوش قسمتی سمجھو۔ کیونکہ

زنِ نیک خوش سیرت و پارسا کند مردِ درویش را پادشاہ

یہ بتلا سکنا کہ آیا فلاں شخص شادی کر کے تباہ ہو جائیگا یا سنبھل جائیگا۔ بہت زیادہ اس کی بیوی پر منحصر ہے۔ دنیا میں کوئی چیز ایک نیک زوجہ سے افضل اور نہ ہی کوئی چیز ایک بُری بیوی سے بدتر ہے۔

ایک دفعہ امریکہ کے نامور موجد اڈیسن صاحب کو انکے ایک دوست نے صلاح دی کہ امور خانہ داری کو جو باوجود نوکروں کی ایک بڑی تعداد کے اُلجھے پڑے تھے سنوارنے کے لئے شادی کر لیں۔ باوجود نہایت شرمیلے آدمی ہونے کے صاحب موصوف نے اس صلاح کو بہت پسند فرمایا اور کہا کہ کیا تم کوئی ایسی خاتون بتلا سکتے ہو۔ جسکو میں اپنا شریک بنا سکوں۔ دوست نے جواب میں لاپرواہی سے کہا کہ کوئی عورت ہو۔"

لیکن ہماری رائے میں کوئی شخص جو ایسی صلاح پر کام کرے واقعی قابل رحم ہے کیونکہ جو کچھ کہ دانا لومڑی نے بیمار شیر سے کہا تھا۔ وہی شادی کی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے۔ یعنے "میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے غار میں جانوروں کے گھسنے کے نشان میں

لیکن باہر آنے کے نہیں"۔ کسی کو اپنی زندگی کا رفیق بنانے سے پہلے انتخاب میں نہایت احتیاط برتو۔ کیونکہ تب پچھتائے ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ تاہم یہ بتلا دینا بھی مناسب ہو کہ ایک ایسی بیوی کا تلاش کرنا بھی جو بہمہ اوصاف موصوف ہو ایک امید موہوم ہے خواہ وہ متلاشی اپنے آپ میں مفصلہ ذیل اشتہار دینے والے کی طرح اسکے شوہر بننے کی قابلیت ہی کیوں نہ پاتا ہو۔

ایک اخبار میں مفصلہ ذیل اشتہار چھپا۔ "ایک نوجوان کو جو ابھی دنیا میں داخل ہوا ہے ایک سترہ سالہ بیوی کی ضرورت ہے جو ذی عصمت۔ تعلیم یافتہ اور کم از کم پانچہزار روپیہ کی جائداد کی مالک ہو۔ قوی الجثہ اور مضبوط الاعضا ہو اور قد میں جوتے اُتار کر پانچ فٹ چار انچہ ہو۔ بہت لحیم شحیم نہ ہو اور نہ ہی بہت دُبلی پتلی ہو۔ حسین ہو اور اپنے حسن پر مغرور نہ ہو۔ باتونی نہ ہو اور نہ ہی ہمیشہ چُپ چاپ نظر آتی ہو۔ سخاوت پسند ہو اور قیمتی لباس کی حد سے زیادہ شوقین نہ ہو۔ اگرچہ صاف ستھری رہنے کی عادی ہو۔ شوہر سے دل سے محبت کرنے والی ہو اور اسکے راز کسی سے کہنے والی نہ ہو۔ کفایت شعار بھی ہو اور اگر کوئی مصیبت آپڑے تو اُسے خوشی سے سہارنے کی طاقت رکھتی ہو۔ کوئی خاتون جو مذکورہ بالا اوصاف سے متّصف ہو اور شادی کی خواہش رکھتی ہو تو ا۔ ب۔ معرفت ک۔ ش سے خط و کتابت کرے"۔

نوٹ درخواست کنندہ کا دعوے ہے کہ وُہ مذکورہ بالاصفات کی بیوی کے خاوند بننے کی قابلیت رکھتا ہے اور ایسی خاتون کا مستحق ہے"۔

بات میں بات نکل آتی ہے۔ وُہ ہی کہاوت ہے کہ ایک بُڑھیا نے اپنے نوکر سے کہا کہ میلہ میں سے ایک گائے جوان۔ اصیل۔ خوبصورت۔ سُرخ رنگ۔ مضبوط جسم والی اور بیس روپیہ سے کم قیمت کی خرید لادے۔ نیز یہ کہ دُودہ آٹھ سیر سے کم نہ دیتی ہو نوکر نے ادب سے عرض کیا کہ حضور ایسی گائے کے لئے تو میلے میں جانے سے

درگاہِ رب العالمین میں دُعا کرنا بہتر ہے۔

جو لوگ کہ روپیہ کے لالچ سے امیر خاندانوں میں شادیاں کرتے ہیں وُہ دراصل اپنے آپ کو اپنی بیوی کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔ ہم دراصل انسانی خوشی کا غلط اندازہ کرتے ہیں۔ جو چیز کہ انسان کو خوش بنا سکتی ہے وُہ قناعت ہے دولت نہیں۔ ایک شخص جو ایک کروڑپتی کا مہمان تھا ایک دن اپنے میزبان سے کہنے لگا کہ جناب آپ تو نہایت خوش قسمت آدمی ہونگے۔ اس نے استعجاب سے پُوچھا۔ خوش۔ کیا تمہاری مراد خوشی ہے۔ میرے خیال میں تو ہم کو اپنی باتوں کے سلسلہ ہی کو بدل دینا چاہئے کسی کا قول ہے کہ جس شخص کی بیوی اپنے ساتھ ایک بہت بڑا جہیز لاتی ہے اُس کو ہمیشہ ذلت سے دیکھتی ہے اور اسپر سوار ہوتی ہے۔

ایسی بیوی منتخب کر جو اپنی ذات سے تیرے لئے دولت ہو نہ کہ ایسی جو اپنے ساتھ دولت لاوے۔ ایک شخص نے نہایت فخریہ کہا کہ میری تمام عزّت و دولت میرے لئے میری بیوی نے اپنی کفائت شعاری خوش خلقی اور لیاقت سے کمائی ہے۔ جس کو سُن کر اسکے دوست نے سرد آہ بھری اور کہا کہ میری عزّت اور دولت سب میری بیوی نے اپنی فضولخرچی۔ بدخلقی اور نالایقی سے ڈبو دی ہے"۔ وُہ عورت جو کہ اپنے ساتھ ایک بہت بڑا جہیز لاتی ہے اور بعض وقت تو وُہ دُنیا کی طرف سے اس قدر لاعلم ہوتی ہے۔ جیسی لوئس شانزدھم کے دربار کی ایک عورت تھی۔ جس نے یہ سُنکر کہ لوگوں کو روٹی نہیں ملتی یہ کہا تو پھر وُہ کیک بسکٹ کیوں نہیں کھاتے۔

حُسن ظاہری پر فریفتہ ہو کر بھی شادی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ جیسے دلکش سے دلکش نظارہ ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رہنے سے ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے ایسے ہی خوبصورت سے خوبصورت چہرہ بھی۔ آج کا حُسن کل ایک معمولی چیز معلوم ہوتا ہے

لیکن حسنِ باطن نہایت سادہ چہرے میں بھی ہمیشہ مانند آفتاب پرتو افگن ہوتا ہے۔ حسنِ باطنی عمر کے ساتھ بڑھتا ہے۔ اور وقت بجائے اس کے کہ حسن ظاہری کی طرح اسکو تباہ کردے اور جلا دیتا ہے۔ ایک حسین بد دماغ عورت کے خاوند سے زیادہ کوئی شخص قابلِ رحم نہیں۔ تاہم حسن بہمراہی صحت اور حسن باطنی کے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جو صرف خوش قسمتوں کا حصہ ہے۔

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ بے وقوف عورت سے شادی نہ کرو جو کہ تمہارے راز دوسروں کو بتلاکر تمہیں ہدفِ ملامت بنا دے۔ بے وقوف عورت بجائے خاوند کی مددگار ہونے کے اس کی سدِ راہ ہوتی ہے۔ آدمی کی زندگی بد مزاج عورت سے شادی کرکے بے لطف ہو جاتی ہے مگر بے وقوف کے ساتھ دوبھر ہو جاتی ہے۔

عمر کے بارہ میں یہ کہنا کافی ہے کہ اپنے عقل سے کام لو۔ نہ ہی کسی کم سن سے شادی کرو اور نہ بوڑھی عورت سے۔ کیونکہ شادی کا مقصد ایک دوست کا حاصل کرنا ہے ایک باورچی یا خدمتگار کی تلاش نہیں۔

عورت کے لیے ایک اور ضروری چیز محنت ہے۔ ایک سست عورت اپنے نوکروں کو بھی سست بنا دیتی ہے اور اس سے بڑھ کر اولاد کو سست بنانے کا موجب ہوتی ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ یہ کیونکر معلوم ہو کہ فلاں عورت محنتی ہے یا نہیں تو یہ کہا جائیگا کہ جس عورت میں ایسی عادات پائی جاتی ہوں اکثر محنتی ہوگی۔ مثلاً صبح خیزی۔ تیز قدمی۔ بااخلاق گفتگو اور لفظوں کا زبان سے صحیح ادا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

فلادلفیا کے ایک نوجوان کا قصہ ہے کہ وہ ایک لڑکی سے شادی کرنی چاہتا تھا جسکی دو بہنیں اور تھیں۔ ایک دفعہ جب وہ اس لڑکی کی ملاقات کو گیا تو اس لڑکی نے اپنی دو بہنوں سے آکر دریافت کیا کہ بہنوں معلوم نہیں ہماری سوئی کہاں ہے۔ یہ سنتے

ہی وہ شخص فوراً چلا آیا اور پھر کبھی اس لڑکی کا خیال نہ کیا جو ایک سوئی بھی دو بہنوں کی شرکت میں رکھتی تھی - اور پھر بھی نہ جانتی تھی کہ وہ کہاں ہے -

لڑکی کے عادات و اطوار سے واقف ہونے کے لئے اس کی ماں اور بہنوں کے مزاج سے آگاہی حاصل کرو کیونکہ اسکا مزاج بھی بہت کچھ انہیں جیسا ہونا ضروری ہے -

بران صاحب مشہور شاعر نے عورت کے اوصاف کو دس حصوں میں تقسیم کیا ہے - اس میں سے چار حصّے خوش خلقی کے دو ذکاوت کے ایک خوبصورتی ایک مذاق اور باقی دو تمام اور اوصاف کے ہیں -

اکثر اشخاص بیوی کے انتخاب کے وقت یہ دریافت کرنیکی کوشش کرتے ہیں کہ آیا وہ خوبصورت امیر اور پڑھی لکھی ہے - بجائے اس کے کہ یہ دریافت کریں کہ وہ سمجھدار محنتی اور محبت کرنے والی ہے یا نہیں -

ہم اپنے مضمون کو سر جان مور کی رائے پر ختم کرتے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ میں عورتوں کے گروہ کو سانپوں کے تھیلے سے تشبیہ دونگا - جس میں سانپ ہی سانپ ہوں اور صرف دو چار گینڈ مچھلیاں (ایک قسم کی مچھلیاں جو بالکل سانپ سی ہوتی ہیں) ہوں اب ہر شخص کو بڑی احتیاط کرنی چاہیے کہ سانپ کے کاٹنے سے محفوظ رہے اور گینڈ مچھلی کو چن لے -

عبد الرحمن سہواروی (از کوئٹہ)

91

مُناجات

(از کلام معجز نظام مولانا مرتضےٰ علی علیہ السّلام)

اَے بزرگی - برتری اور بخشش کے مالک ! حمد تیرے ہی لیے ہے - تیرا مرتبہ بہت بلند ہے - تو جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے نہیں چاہتا نہیں دیتا - اَے میرے اللہ - تو نے مجھے پیدا کیا اور بڑا کیا تو میری پناہ اور جائے پناہ ہے - راحت و رنج میں تیری ہی طرف مخاطب ہو کر آہ و زاری کرتا ہوں اَے میرے خدُا - اگرچہ میری خطائیں بیحد اور بہت بڑی ہیں مگر تیرا عفو میرے گناہوں سے کہیں بڑا اور وسیع ہے - اَے میرے پروردگار - میں نے اپنے سوالِ نفس کو رد کیا - مگر اب میدانِ خجالت میں سر جھکائے پھر رہا ہُوں - اے میرے خدا - تو میری آشفتہ حالی - بینوائی اور محتاجی کو دیکھ رہا ہے اور تو میری دردِ دہ گریہ و زاری کو بھی سُن رہا ہے - اَے میرے اللہ - تو میری اُمید کو قطع نہ کر - اور میرے دل کو نہ پھیر کہ مجھے تیری بخشش کی طمع ہے - پروردگارا - تو مجھے اپنے عذاب سے بچا - مَیں عاجز - درماندہ - اسیر ذلیل و خوار ہُوں اور تجھ سے خوف رکھتا ہُوں - خدایا - جبکہ میرا قبر میں مقام ہو اور زمین خوابگاہ ہو تو اُسوقت مجھے نہ بھول جانا - اَے میرے اللہ - اگر تو ہزار برس مجھ پر عذاب کرے جب بھی میری اُمید کا رشتہ تجھ سے قطع نہ ہوگا - اَے خدا - تو مجھے اپنے عفو کا وہاں مزا چکھا جہاں نہ اولاد کام آئیگی نہ دولت - پروردگارا - اگر مجھ پر تیری نظر نہ ہو گی تو مَیں تباہ ہو جاؤنگا - اور اگر تیری نگاہ ہو گی تو مَیں برباد نہ ہونے پاؤنگا - اُے خدا - اگر تو بُروں کی خطا معا

نکریگا تو پھر اُن سیہ کاروں کا کون پوچھنے والا ہے - جو ہوا و ہوس میں
گرفتار ہیں - پروردگارا - اگر مَیں نے طلب پرہیزگاری میں کمی کی تو مَیں تیرے
عفو کے ساتھ ساتھ ہُوں اور ہرگز اُسکا دامن نہ چھوڑونگا - اَے خدا - اگر
میرے گناہ پہاڑ سے زیادہ اور اُس سے بلند ہیں تو عفو تیرا میرے گناہ
سے برتر اور بلند تر ہے - پروردگارا - اگر مَیں نے نادانستگی یا جہالت سے
خطا کی تو میری طولانی اُمید اب تجھ ہی پر آسرا لگائے ہے اور مَیں ہرگز بے صبر
نہیں ہُوں - اَے میرے خدا - تیرے احسانوں کا ذکر میرے سوزِ جگر کو
دُور کرتا ہے اور میرے گناہوں کا بیان جو مجھ سے سرزد ہُوئے ہیں - میری
آنکھوں سے آنسو ٹپکا دیتا ہے - پروردگارا - میری لغزشوں پر اعتنا نہ کر اور
میرے گناہوں کو مٹا دے کیونکہ میں اُن کا خود مُقِر ہُوں - ڈرتا ہُوں اور
آہ و زاری کرتا ہُوں - خداوندا - راحت و آرام عطا فرما کیونکہ سوا تیرے
بابِ فضل کے اور کس کے دروازے کی زنجیر کھٹکھٹاؤں - خدایا اگر تو
مجھے نکال دے یا نا اُمید کر دے یا رسوا کرے تو پھر کس سے اُمید رکھوں
اور کون ہے جو میری شفاعت کریگا - اے پروردگار - پھر مجھے کیا چارہ
ہوگا اور مَیں کیا کرونگا - اَے خدا - جو تیری محبت کا ذمہ دار ہے وہ راتوں
کو جاگا کرتا - تجھ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا - دُعائیں مانگتا اور غافل سوتا رہتا
ہے - پروردگار میرے - تمامی موجودات تیرے فضل کے اُمیدوار ہیں - تیری
وسیع رحمت سے لَو لگائے ہیں اور جنت میں اُس کی طمع رکھتے ہیں - خداوندا
زندگی تمنائیں اور آرزوئیں بہت پیدا کرتی ہے مگر میرے گناہوں کی بُرائی
مجھ پر نفرین کرتی ہے - الٰہی - اگر تو مجھے بخشدے تو تیرے عفو سے میری
رسائی ہو جائیگی - ورنہ یُوں ہی خاک پر پڑا دُنیا میں ہلاک ہو جاؤنگا - پروردگارا -

اپنے نبی اور اُس کی اولاد کا صدقہ اور اُن ابرار کا واسطہ جو تیری درگاہ میں رجوعِ قلب اور عاجزی سے سر جُھکاتے ہیں۔ دینِ محمد میں میرا حشر و نشر ہو۔ وہ محمد جو اپنا مطلبِ دل تجھ سے بیان کرتا اور تجھ سے بہت ڈرتا ہے۔ اے معبود! اے مالک میرے! مجھے اُس کی وسیع شفاعت سے محروم نہ رکھ۔ اُس کی شفاعت قابلِ اجابت ہے۔ اور نیکیاں بھیج جب تک کہ تیرے واحد جاننے والے تجھے پکاریں اور نیکی کرنے والے تیرے در پر راز و نیاز کی باتیں کریں *

سجّاد - دہلوی عظیم آبادی

مولانا حالی کے ایک شعر پر علیگڈھ کالج کے ایک طبّاع گریجوایٹ مولوی محمد داؤد مرحوم نے مندرجۂ ذیل مصرعے لگائے تھے۔ جن میں تضمین کا حق ادا کر دیا گیا ہے :-

گر کرے قصد کسی کام کا دل میں انساں
پہلے یہ دیکھے وہ اُس کام کے ہو بھی شایاں
سُنکے لوگوں سے کہ وہ آئے تھے داؤد کو ہاں
انکو حالی بھی بلاتے ہیں گھر اپنے مہماں
دیکھنے آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

ذیل کا قطعہ بند بھی مرحوم ہی کی طبّاعی کا نمونہ ہے :-

سُنکر پیامبر سے مرا نام یوں کہا
وہ ہی نہ جو بیٹھتے تھے نحیف و نزار سے
معلوم ہے مجھے۔ بڑے اُستاد ہیں جناب
یوں دیکھنے میں سیدھے سے پرہیزگار سے
خود مجھکو تجربہ ہے بس اب کیا بیاں کروں
خالق بچائے ایسے شریروں کے وار سے

حفظِ صحت

یہ مضمون ہمارے واجب التکریم دوست لالہ منشی لال صاحب ایم۔ اے۔ سابق سپرنٹنڈنٹ ٹرننگ کالج۔ لاہور کا عطیہ ہے۔ ڈاکٹر سائم صاحب کی مشہور ریڈر کے ایک حصہ کا ترجمہ ہے۔ لالہ صاحب پرانے دہلی کالج کے تعلیم یافتہ لوگوں کے اس منتخب گروہ میں ہیں جنہوں نے کالج کے نام کو روشن کیا۔ اور جس صیغے میں گئے نیکنام ہوئے۔ یہ حضرات زیادہ تر محکمہ تعلیم میں رہے ہیں۔ اور پنجاب کی تعلیمی ترقی انکی مساعی کی بیحد مشکور ہے۔ لالہ منشی لال صاحب علاوہ کمال علمی کے اعلیٰ اخلاق کا ایک نمونہ ہیں اور ایک شیوہ راسخ ان کا یہ ہے کہ حتی الوسع اپنے کام اور اپنی محنت کے اعلان سے پرہیز کریں۔ یہ طریق اس زمانہ کے روش سے تو خلاف ہے۔ مگر جن لوگوں کی آنکھیں صاحب موصوف نے دیکھی ہیں انکی وضع میں داخل تھا۔ اسی لئے انہوں نے جب کبھی کوئی مضمون ہمیں عنایت کیا۔ بار بار لکھ بھیجا کہ اُن کے نام کا اظہار نہ کیا جائے صرف م۔ ل لکھ دیا جاوے۔ آج تک اُن کے ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ مگر ہم تو بعد غور اب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ علمی مضامین اور تراجم میں ایسے اصحاب کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا ناانصافی ہے۔ اس لئے آج ہم نے اس نوٹ کے ذریعے سے انکا نام بلا اجازت ظاہر کر دیا ہے۔ امید ہے کہ وہ ہماری اس جسارت کو معاف فرما دینگے۔ اور آیندہ اپنے مضامین کو اپنے دستخط سے مزین فرمایا کریں گے۔ کیونکہ اُن کے نام کا شائع ہونا ہمارے لئے باعث افتخار ہے:۔

(۱) انسان کا فرض ہے کہ اپنی صحت کا خیال رکھے خاصکر اس لئے کہ جسم کا صحیح وسالم ہونا انسان کے فایدہ کے لئے ضروری ہے۔ یہ مقولہ مدت سے انسان

کی زندگی بسر کرنے کے لئے کامل اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یعنے جسم کا تندرست
ہونا نفس یا ذہن کے صحیح و سالم ہونے کے لئے ضروری ہے۔ علاوہ ازیں بیماری
کے باعث انسان اپنی زندگی کے فرائض ادا نہیں کر سکتا۔ بیماری سے انسان
ضدی، چڑچڑا اور زود رنج ہو جاتا ہے اور اپنے آس پاس کے لوگوں کو فائدہ پہنچانا
تو درکنار بلکہ اُن کے لئے وبال ہو جاتا ہے۔ پس طالب علم کو اپنی صحت کا بڑا خیال
رکھنا چاہیئے۔ اگر طالب علم اپنی صحت کی پروا نہ کرے بلکہ اُس کے قائم رکھنے
میں کوتاہی کرے تو زندگی اُس کے لئے خوشی کا باعث نہ ہوگی۔ اُس کے مطالعہ
میں ہرج واقعہ ہوگا۔ اور اگر وہ اپنی طالبعلمی کے زمانہ میں جو کچھ چاہتا ہے حاصل
بھی کر لے وہ آگے دُنیاوی کاروبار میں رہ جائیگا۔ پروفیسر بلیکی صاحب نے
اِس امر پر بہت کچھ زور دیکر لکھا ہے۔ ان کا یہ بیان ہے۔ یہ امر ہر شخص جانتا ہے
کہ طلبا زیادہ تر اپنی صحت کا ہی خیال نہیں رکھتے۔ اور جس قدر کہ طالبعلم زیادہ
شائق ہوگا وہ غالباً اُسی قدر زیادہ اِس بارہ میں خطا کھائیگا۔ اور مثل شتر بے مہار
یا ریل گاڑی کے جسکو کوئی سگنل نہیں دکھایا گیا۔ چلتا چلتا دریا کے ایک مہلک
اور خطرناک کنارے پر آ پہنچتا ہے اور اُسے معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں
کھڑا ہوں۔ پس جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس مجرب خیال سے کام کرنا
چاہیئے کہ عموماً بیٹھ کر کام کرنے سے صحت کو کم و بیش نقصان پہنچتا ہے۔
اور خصوصاً بیٹھ کر کام کرنے کی عادت جبکہ اُس کے ساتھ برابر جمکر دماغ سے
کام لیا جائے صحت کے لئے بہت مضر ہے۔ اور جن کی جسمانی طبیعتیں قدرتی
کمزور ہیں اور پھر وہ اکثر کتابوں کا گڑ کر مطالعہ جاری رکھتے ہیں۔ ان کے قوا ضرور
کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور اُنکا جسم زائل ہو جاتا ہے۔ اِس تنبیہہ کے بعد جو ایک
پُرانے طالب علم کا تجربہ ہے ہر شخص کو غور کرنا چاہیئے کہ اگر وہ ارادتاً اور مستقل طور پر

اپنی حفظِ صحت میں کوتاہی کریگا۔ جیسے کہ عمدہ کاریگر اپنے اوزار کو تیز رکھنے یا عمدہ سپاہی اپنے بارود کو خشک رکھنے میں کوتاہی کرتا ہے تو وُہ طالب علم اپنا خُون خود اپنی گردن پر لیتا ہے یعنے وُہ مر جائیگا اور اس مَوت کا ذمہ وار وہ خود ٹھہریگا۔

(۲) شیکسپیئر نے ایک ناٹک لکھا ہے جسکا نام ہنری دی فورتھ ہے۔ اس ناٹک میں بادشاہ ہنری چہارم چند دردانگیز اشعار میں اپنی حالت کا اپنی نہایت غریب رعیت کی حالت سے مقابلہ کرتا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ مجھے راتوں نیند نہیں آتی۔ حالانکہ کمرے مُعطّر ہوتے ہیں اور نہایت قیمتی اور شاندار شامیانے تنے ہوتے ہیں اور میری ہزار ہا غریب سے غریب رعایا مزہ سے گہری نیند سوتی ہیں۔ حالانکہ اُن کے بستر بستر استراحت نہیں ہیں بلکہ تکلیف کا گھر ہیں اور جہاں وہ سوتے ہیں وہاں پر مکھیاں اور مچھر بھنبھناتے رہتے ہیں۔ اور یہی مکھیوں کی بھنبھناہٹ اُنہیں لوری کا کام دیتی ہے ایک اور ناٹک ہنری دی فِفتھ میں بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ شاہ ہنری پنجم ایک لاثانی پرزور پُر تاثیر گفتگو میں عظمت سے بیرونی نمود اور خطاب کو یکطرف کر دیتا ہے اور پھر ثابت کرتا ہے کہ وُہ ظاہری شان وشوکت کی رَو جو اس دُنیا کے اُونچے کنارے پر ٹکراتی رہتی ہے۔ ہرگز اُس صحت کی تلافی نہیں کرسکتی جو بادشاہوں کو نصیب نہیں اور غلاموں کو میسّر ہے۔ بیرونی نمود یا تکلیف کے ذکر میں ہنری پنجم یہ سوال کرتا ہے کہ اے بیرونی نمود جس حالت میں کہ تجھے فقیروں کی زانو پر پُورا اختیار ہے تو کیا تجھے انکی صحت پر بھی پُورا اختیار ہے یعنے اے بادشاہ فقیر تجھے جھک جھک کر سلامیں کرتے ہیں۔ لیکن اُن کی سی صحت تجھ میں نہیں ہے۔

اے تو مغرور نیند جو بادشاہ کو آرام دینے میں اس قدر لطائف الحیل سے کام کرتی رہتی ہے۔ ان میں سے کوئی شے نہیں جس سے گہری نیند آئے۔ مثلاً

خوشبودار چیزیں۔ عصا۔ رقص و سرود۔ تلوار۔ سوٹا۔ شاہی تاج۔ سونے کے تاروں اور موتیوں سے جڑی ہوئی پوشاک یعنے زربفت کے کپڑے تامنے وغیرہ۔ بادشاہ کا لمبا چوڑا خطاب۔ جس تخت پر کہ بادشاہ بیٹھتا ہے۔ شان و شوکت کی رَو جو اس دنیا کے اُونچے کنارے پر ٹکراتی رہتی ہے۔ نہایت ہی شاندار بیرونی نمود اور ظاہری زرق برق کا تکلف۔ اگر یہ سب چیزیں جس شخص کو میسر ہوں اور وُہ نہایت مکلف اور شاہانہ بستر ے میں لیٹا ہوا ہو۔ پھر بھی اُسے ایسے مزے سے نیند نہیں آسکتی۔ جیسے کہ ایک کمبخت غلام کو آتی ہے جو پیادے کی طرح صبح سے شام تک سُورج کی دھوپ میں پھرتا رہتا ہے اور عرق عرق ہو جاتا ہے۔ وُہ رات بھر گویا فردوس میں مزے سے سوتا ہے۔ دُوسرے روز صبح کے بعد اپنی نیند سے اُٹھتا ہے اور آفتاب کو اس کے گھوڑے پر سوار کراتا ہے۔ اور اسی طرح ہر سال اپنی محنت سے فائدہ اُٹھاتا ہوا کوشش کرتا رہتا ہے اور مرجاتا ہے۔ اور اس مصیبت زدہ اور کمبخت شخص کو جو دن بھر محنت کرتا رہتا ہے اور رات کو مزے سے سوتا ہے گو بیرونی اور ظاہری نمود تو نصیب نہیں مگر اور سب طرح سے بادشاہ پر فوقیت حاصل ہے۔

(۳) ان شخصی گفتگوؤں کے ذریعہ سے شیکسپیر نہایت صاف طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ دُنیاوی حالت کے غیر مساوی ہونے کی کیا تلافی ہوسکتی ہے۔ جب ہم انسان کی مختلف حالتوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یعنے بعض شخصوں کی دولت اور آرام اور بعضوں کی محنت و شفقت اور ناداری۔ تو ہم اکثر اُنکی بیرونی حالت سے چکا چوند ہو جاتے ہیں اور یہ بھُول جاتے ہیں کہ خوشی کا منبع ہم خود ہیں۔ خوشی کا ایک بڑا جزو تندرستی ہے اور یہ کسی خاص جماعت اور درجہ سے مخصوص نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ فقیر کو یہ نعمت حاصل ہو اور بادشاہ کو باوجود تلاش کرنے کے پھر بھی میسر نہ ہو۔ مگر یہ ضرور نہیں کہ اس اختلاف کو بہت دور تک بڑھایا جائے۔ ہر ایک شخص

بڑے مرتبہ کا آدمی بیمار نہیں ہوتا اور نہ وہ غریب شخص پر اُس کی تندرستی کے باعث حسد کرتا ہے۔ اور برعکس اس کے یہ تیری بدقسمتی کی بات ہے کہ بہت سے غریب اور مفلس لوگ امیروں پر انکی صحت کے باعث حسد لیجاتے ہیں۔ لیکن جب تندرستی ہوتی ہے۔ تو وہ ایک ایسی بڑی اور بے بہا نعمت ہے کہ دولت کی تمام عیش و عشرت اور شان و شوکت کے تمام لوازمے اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ اور صحتِ انسان کے لئے خدائی عطیہ ہے اور جو انسان عقلمند ہے وہ قارون کی دولت سے بھی ہرگز اسکا تبادلہ نہ کریگا۔

(۴) تاہم لوگ ایسی نعمتِ عظمےٰ کو اکثر بڑی بے پروائی اور خام خیالی سے ضائع کر دیتے ہیں۔ اور اس کی قدر عموماً اس کے جاتے رہنے کے بعد ہوتی ہے پہلے نہیں ع صحت یا تندرستی کے معنے صرف جسمانی تکلیف سے بری ہوتا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد کل انسان کی صحیح اور عُمدہ حالت ہے۔ صحت ایک ایسی قابلیت ہے جس کے باعث سے انسان اپنے عقلیہ اور جسمانیہ قوا سے بخوبی کام لے سکے اور اُنکے استعمال سے اور اپنے آس پاس کی چیزوں سے حظ اُٹھا سکے۔ کارلائل صاحب جو ولائت میں بڑے مشہور فلاسفر ہوئے ہیں فرماتے ہیں۔ صحت ایک بڑی شئے ہے۔ اس سے مراد حالتِ موازنہ ہے۔ یہ ہر ایک قسم کی راستی یا حق۔ عمدہ انتظام اور نیکی پر حاوی ہے۔ گیلن صاحب صحت کو تناسب اور بیماری کو بدصورتی کے نام سے بیان کرتے ہیں۔ جب تمام قوتیں ٹھیک اندازہ سے کام میں لائی جائیں اور جو کچھ آرام اور غذا انکو ضروری ہے۔ ان سب قوتوں کو بہم پہنچایا جائے۔ صحت اسوقت ہوتی ہے۔ لیکن جو طالبعلم علم حاصل کرنے اور اُس میں کامیاب ہونے کے شائق ہیں اُن کے دماغ کو تو بے حد مشق ہو جاتی ہے۔ اور باقی حصوں کو نہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تناسب جاتا رہتا ہے اور صحت نہیں رہتی۔ دُنیا کی نہایت عمدہ محنت جاتی رہتی ہے اور اس کے جاتے رہنے کا الزام خود طلبہ پر ہے۔

(۵) یہ ایک ایسی بُرائی ہے جس سے خاصکر اس ملک یعنی ہندوستان میں بچنا ضروری ہے۔ یہاں پر زیادہ سرد ملکوں کی نسبت گھروں سے باہر پھرنے کے کام اور دل لگی کی باتیں بہت تھوڑی اور کم دلکش ہیں۔ سال میں گرمی کا موسم زیادہ دیر تک رہتا ہے اور اس وجہ سے طالب علم مُدت تک گھروں کے اندر رہتے ہیں۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیٹھ کر کام کرنے کی عادت زیادہ ہو جاتی ہے اور جسم زیادہ تر آرام کرنے کی طرف راغب رہتا ہے۔ گرمی کے مہینوں میں طالبعلم کا قریب قریب کل وقت مطالعہ اور نیند میں صرف ہوتا ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم گر جاتا ہے۔ دماغ کمزور ہو جاتا ہے اور صحت بگڑ جاتی ہے۔ مگر یہ خرابی صرف ہندوستان سے ہی مخصوص نہیں اور ہندوستان میں موسم بھی گرما ہی سے مخصوص نہیں۔ ایک اکسفورڈ کا طالب علم ایک دوست کا ذکر کرتے ہُوئے یہ کہتا ہے۔ وُہ پندرہ گھنٹے روز پڑھتا تھا اور وہ اس لئے سب سے اوّل رہا۔ لیکن اس بیچارے کے دماغ میں گرمی چڑھ گئی اور اُسے دماغ کی بیماری ہوگئی۔ سٹوورے نے ایک مشہور نوجوان شاعر کا ذکر کیا ہو کہ وُہ ۲۱ برس کی عُمر میں مرگیا۔ وُہ صریحاً سخت محنت سے مرگیا۔ کیمبرج نے اُسے مار ڈالا۔ جب اُس کے رگ و پٹھے خُوب کھچ چکے یہانتک کہ رات اُسے مُصیبت میں کٹتی تھی۔ اور لوگوں نے اُسے دوائی دی تاکہ وُہ انعام حاصل کرنے کے لئے اِمتحان دے سکے۔ گھوڑا جیت تو گیا مگر گھوڑ دوڑ کے بعد مر گیا۔ سٹیفن جو مشہور انجنیئر تھا اُسے معلوم تھا کہ حد سے زیادہ کام کرنے کی کوشش کا کس قدر بُرا نتیجہ ہوتا ہے۔ جب اُس نے دیکھا کہ اسکا دوست لنڈلے از حد محنت سے تھک گیا اور دب گیا تو اُس نے اُس سے کہا اے لِنڈلے اب مَیں نے معلوم کر لیا کہ تم کس بات کی تلاش میں ہو۔ تم اپنے ایک پونڈ میں سے ۳۰ شلنگ نکالنا چاہتے ہو۔ مَیں تمہیں نصیحت کرتا ہُوں کہ اس خیال کو بالکل ترک کردو۔ اور اس سبق کی بھی تمام طلبا کو اور ان تمام شخصوں کو

جو اپنی قواء سے حد سے زیادہ کام لینا چاہتے ہیں یہی نصیحت کرو کہ یہ خیال بالکل چھوڑ دو- جیسا کہ قانون ثقل یا کشش کے برخلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا- اِسی طرح جسم اور ذہن کے قوانین کا بھی مقابلہ کرنا عبث ہے - بقول شاعر ورڈز ورتھ-

اے میرے دوست ہوشیار ہو جاؤ جاگ اُٹھو

اور غور سے دیکھو- کس لئے اسقدر محنت اور تکلیف اُٹھاتے ہو

اے میرے دوست اُٹھو اپنی کتابیں چھوڑ دو ورنہ تم ضرور بدن کے دوہرے ہو جاؤ گے- تم سے سُستی کے مارے اُٹھا بیٹھا نہیں جائیگا- بدن پھول کے کُپا ہو جائیگا- کتابیں- یہ تو ایک ہمیشہ کا جنجال ہیں یا یہ کہو کہ خلجان ہیں اور سُستی پیدا کرتی ہیں- آؤ جنگل کے اُس پرند کی آواز سُنیں- دیکھو اس کا گانا کیسا خوشنما ہے- میں قسمیہ کہتا ہوں کہ اس کے راگ میں کتابوں کی نسبت زیادہ دانائی بھری ہوئی ہے اور سُنو یہ پرند کیسی خوشی سے گاتا ہے- یہ بھی کچھ ادنےٰ وعظ کرنیوالا نہیں ہے- باہر روشنی میں آؤ- جہاں طرح طرح کی چیزیں موجود ہیں اور قدرت کو اپنا اُستاد بناؤ- یعنے قدرت سے بہت سی باتیں سیکھو-

بہت کچھ علوم و فنون پڑھ چکے- اِن پھیکے اور بے لُطف ورقوں کو بند کر کے رکھدو- باہر آؤ اور ایسی طبیعت ساتھ لاؤ جو قدرت کی ہر ایک شے دیکھے بھالے اور اس سے علم حاصل کرے +

م- ل

دربارِ عنبر جو دسمبر ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا تھا- اسکے مضامین بجائے ۵۶ کے ۹۶ صفحوں پر آئے تھے- اور انہیں بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا تھا- اسکی کچھ زائد کاپیاں رکھی ہیں- جن حضرات کو شوق ہو- جلد طلب فرمائیں- اسمیں کئی نظمیں مستقل قدر کے قابل ہیں- قیمت ۸؍ بذریعہ ترسیل ٹکٹ ہائے ڈاک یا وی- پی طلب کیجئے + مینجر مخزن

مُفید تفریحات

(ترجمہ)

اِس قسم کی تفریحات میں جو دماغ کو تر و تازہ کرتی ہیں۔ یہ چیزیں ہیں۔ باہمی میل جول۔ اُمور ذاتی۔ خانگی۔ و عامہ پر گفتگو۔ جنگلات ۔ باغات ۔ میدانوں کی سیر۔ جس میں مختلف قسم کے پُھول۔ پتّے۔ درخت دیکھنے میں آئیں۔ اور جو اپنی شان اور خوبصورتی کی وجہ سے مسرّت انگیز ہوں۔ اور ایسی سیر ہے جس میں مختلف قسم کے مکانات۔ محلات۔ پرندہ ۔ آدمی۔ جانور نظر آئیں۔ نیز اس قسم کے نظارے جن سے کسی اخلاقی نیکی کا سبق ملتا ہو۔ یا ایسے واقعات کا مشاہدہ جن سے خدا کی قدرتِ کاملہ کا پتہ چلے۔ یہ اور ایسی ہی اَور چیزیں قوّتِ باصرہ کے لئے ہیں۔ بہت سے موسیقی کے ترانہ اور راگ بھی ایسے ہیں۔ جو انسانی اُلفتوں کے ساتھ اپنی تطبیق کے بموجب دماغ پر اپنا اثر ڈالتی ہیں۔ علاوہ ازیں مہذّب مذاق اور ظرافت بھی ہے جس سے دماغ تر و تازہ ہوتا ہے۔ یہ قوّتِ سامعہ کے متعلق اسی طرح آپس میں مل کے کھانا پینا اور انکے متعلق دل بہلاؤ کے سامان بھی ہیں۔ کھیلیں بھی ہیں۔ جو گھروں میں کھیلی جاتی ہیں۔ مثلاً تاش۔ چوسر۔ شطرنج اور علیٰ ہذالقیاس مجالس جو شادی۔ اور خوشی کے جلسوں کے موقعہ پر منعقد ہوتی ہیں۔ مذکورہ بالا اور اسی قسم کی دیگر اشیا۔ دماغ کی تفریح کے نہایت مفید سامان ہیں۔ اِن کے علاوہ بعض دستی محنت و مشقت کے کام بھی ایسے ہیں جن سے جسم کو حرکت ہوتی ہے۔ اور جو دماغ کو اپنے جائز کام سے کچھ عرصہ کے لئے پھیر دیتے ہیں۔ یہی حال اخبار و میں نئی نئی خبریں دیکھنے اور ایسی کتابوں کے مطالعہ کا ہے۔ جن کے مضمون اخلاقی یا تاریخی ہوں اور جن کے پڑھنے سے دل خوش ہو۔ یہ تفریحات دفاتر میں کام کرنے

والے - اور کاروباری آدمیوں کے لئے ہیں - اور اِس لئے انکو دفاتر یا کاروبار کی تفریحات کہا جا سکتا ہے - لیکن حقیقت میں یہ ان اُلفتوں اور محنتوں کا بوجھ انسان کی طبیعت پر سے ہلکا کرنے والی ہیں جنکی وجہ سے وُہ کام میں مستغرق رہتا ہے - ہر ایک کام میں کوئی نہ کوئی دلچسپی ضرور ہوتی ہے - جس سے رُوح کو تقویت حاصل ہوتی ہے - اور جو دماغ کو اپنے کام یا مطالعہ میں لگائے رکھتی ہے - اس توجہ میں اگر کمی واقع نہ ہو تو ڈھیلی پڑجاتی ہے - اور اس کی قوت میں فرق آجاتا ہے وہ دل جو ہمیشہ ایک ہی قسم کے خیالات میں مستغرق رہے - کچھ عرصہ بعد ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے وُہ نمک جسکا ذائقہ جاتا رہے اور جس میں کچھ مزہ نہ رہے - یا وہ جھکی ہُوئی کمان جسکی وُہ قوت جو لچک کی وجہ سے تھی - بوجہ کبھی سیدھی نہ ہونے کے سلب ہو جائے - یہی حال اس آنکھ کا بھی ہے - جو برابر ایک ہی چیز کو دیکھتی ہے کیونکہ سیاہ یا سفید یا سُرخ رنگ کو لگاتار دیکھنے سے بصارت جاتی رہتی ہے - اگر کوئی شخص برف کی طرف برابر دیکھتا رہے تو اس کی بصارت میں فرق آجاتا ہے - لیکن اگر وہ مختلف رنگوں کو ایک ہی وقت میں یا یکے بعد دیگرے دیکھے تو بینائی تر و تازہ ہوتی ہے - ہر ایک چیز بوجہ گوناگون ہونے کے خوش آتی ہے - ایک ہار جو سلیقہ سے مختلف رنگ کے پھُولوں سے گُندھا ہوا ہو - کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قوس قزح خود سُورج کی روشنی سے بھی زیادہ دلکش معلوم ہوتی ہے - جب دماغ کچھ عرصہ تک کام کر چکتا ہے - تو اُسے آرام کی خواہش ہوتی ہو - اور جب آرام کرتا ہے - تو گویا جسم کے اندر اتر آتا ہے - اور وہاں آکر اپنی خوشی کے ایسے سامان ڈھونڈھتا ہے - جو اس کی اندرونی حرکات کے مطابق ہوں - جسم کی اندرونی اشیاء اپنی خوشیاں زیادہ تر حواس خمسہ - بصارت - سماعت - شامہ ذائقہ اور لامسہ) سے حاصل کرتی ہیں :- یعنے یہ خوشیاں گو حقیقت میں تو بیرونی

اشیا سے لیجاتی ہیں - لیکن تاہم وہ ہمارے جسم کے ان واحد حصص میں داخل ہوجاتی ہیں جو عضو بدن کے نام سے موسوم ہیں - وہ اسی اور صرف اسی ماخذ سے اپنی خوشیاں اور حظائظ حاصل کرتے ہیں - ہر ایک رگ و ریشہ - ہر ایک خون کی نلی - اور پھر اُن سے بڑے بڑے اندرونی اعضا - غرض انسان کے جسم کے سب اندرونی حصّے خود ہی اپنے حظائظ کو حاصل کرتے ہیں - ان خوشیوں کو انسان فرداً فرداً محسوس نہیں کرتا - بلکہ وہ بحیثیت مجموعی مشترکہ طور پر ایک عام حس کی صُورت میں محسوس ہوتی ہیں جیسا دِل آدمی کے اندر ہوتا ہے - ویسی ہی خوشیاں بھی وُہ طلب کرتا ہے - یعنی پاک یا ناپاک - رُوحانی یا جسمانی - بہشتی یا دوزخی - کیونکہ انسانی جسم کے اندر ہر ایک جسمانی حس اس خاص فرد واحد کی رضا و رغبت کی محبّت سے ملوّث ہوجاتی ہے - اور اس کے بموجب فہم یا ادراک ان خوشیوں کو معلوم کرتا ہے - ہر ایک حس کی زندگی ہی انسانی مشیّت اور اس کی رغبات سے مرکّب ہوتی ہے - کیونکہ انسان کا جسم ایک گتھی ہوئی شے ہے - حس اپنی ہستی سے اِس طرح آگاہ کرتی ہے - جس طرح ایک زنجیر پر اس کی مختلف کڑیوں کے ذریعہ زور ڈالا جاتا ہے -

لیکن چونکہ ہر ایک شخص کا کار دنیوی (محنت - مشقّت - کار منصبی) اس کے دِل و دماغ کو ہر وقت روکے رکھتا ہے - اور اس کو مختلف تفریحات کے ذریعہ ڈھیل دینے - تازہ رکھنے - اور بحال کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہے - اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ تفریحات میں بھی اندرونی رغبتوں کے مطابق اختلاف ہوتا ہے - اگر محبّت کی رغبت اُنکے دِل میں ہے تو تفریحات کچھ اور ہوتی ہیں - اگر عزّت کی طلب صرف انکا منشا ہے تو کچھ اور - اگر انہیں صرف مال و دولت کا لالچ ہے تو تفریحات اَور طرح کی ہوتی ہیں - اور اگر وُہ اپنا فرض منصبی صرف پیٹ پالنے کی خاطر پُورا کرتے ہیں تو اَور طرح کی - اس شخص کی جسے خالی خوبیٔ نام و نمود و شہرت کی طلب ہو - تفریحات

اِس شخص کی تفریحات سے جو روپیہ محض فضول خرچی کی نیت سے کماتا ہے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ اور اسی طرح ہم اوروں کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔

اگر خیرات کا خیال ان کے دل میں بسا ہوا ہے۔ تو تمام مذکورہ بالا تفریحات (تمام نظارے اور کھیلیں۔ راگ اور ترانے۔ کھیتوں اور باغوں کی خوبصورتی اور باہمی میل جول) اسے خیال کو تازہ رکھنے کی خاطر ہوتی ہیں۔ کسی کے کام آنے کی خواہش ہر وقت اُنکے دل میں سمائی رہتی ہے۔ اور جب وہ آرام کرتے ہیں تو اس خواہش میں رفتہ رفتہ پھر تجدید ہو جاتی ہے۔ خدا کا سایہ ہر وقت انکے سر پر رہتا ہے۔ اور ان کو تقویت بخشتا رہتا ہے۔ اور وہی اپنی رحمت کاملہ سے اُنکو اپنے فرض کی ادائیگی میں وُہ خوشی بخشتا ہے۔ جو کبھی دُوسروں کے خواب میں بھی نہیں آتی۔ گویا وُہ انکے اندر ایک ایسی خوشبو اور شیرینی پھونک دیتا ہے۔ جسکو وُہ کچھ خود ہی اچھی طرح معلوم کرتے ہیں۔ ایک خوشبو جس سے رُوحانی خوشی مراد ہوتی ہے۔ اور ایک شیرینی جس سے رُوحانی تفریح مفہوم ہوتی ہے۔ یہ خوشی عقل اور فہم کا حصّہ۔ اور یہ تفریح اس انسانی حثیت کی رغبت کا حصّہ ہوتی ہے۔ وُہ لوگ جو خیرات کے نام سے ناآشنا ہیں انکو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کا رُوحانی دِل بند ہوتا ہے۔ اور جس قدر وہ خیرات سے دُور بھاگتے ہیں۔ اِسی قدر انکا دِل کور ہوتا جاتا ہے۔ اور اِسی طرح بند ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی نے اُسے سریش سے بھر دیا ہے۔

ان لوگوں کی جنہیں عزّت کی لگن ہوتی ہے۔ (یعنے جو یہ چاہتے ہیں کہ ہماری شہرت ہو۔ لوگوں میں تعریفیں ہوں ہم ترقی کریں) تفریحات بظاہر ایسی ہی ہوتی ہیں جو وُہ اپنا کام ہوشیاری سے کرتے ہیں۔ بہت سے مفید کار بھی سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن خلق اللہ کو نفع رسانی کی غرض سے نہیں بلکہ محض خود نمائی کی وجہ سے۔ اپنے ہمسایہ کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض نام و نمود کی خاطر۔ وُہ کبھی اپنے فرض کو

پُورا کرنے میں حظ اُٹھا سکتے ہیں۔ لیکن ایک قسم کا شیطانی حظ گو وُہ اُنکی نظروں میں خاص خدا کا بھیجا ہُوا ہی معلوم ہو۔ کیونکہ دونوں شکل صُورت میں بظاہر ایک سے ہیں۔ لیکن اُن کی خوشی۔ رنج سے ملوّث ہوتی ہے۔ اُنکے دِل کو کبھی چین ہی نہیں پڑتا۔ سوائے اس وقت کے جب وُہ عزّت و شہرت کے خواب دیکھ رہے ہوں۔ جب وُہ ان باتوں کا خیال نہیں کرتے۔ تو عیّاشی میں غرق ہو جاتے ہیں اور شراب خوری۔ عیش پسندی۔ زنا۔ ظلم۔ اور اپنے ہمسایہ کو بُرا بھلا کہنے پر (اگر وُہ اُنکی عزّت نہ کرے) آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وقتاً فوقتاً انکو کوئی عزّت حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ تو وُہ اپنے کام سے متنفّر اور بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور بیکاری کو اپنا شعار قرار دیکر کاہل الوجُود بنجاتے ہیں۔ ایسے لوگ مرنے کے بعد شیاطین بنجاتے ہیں۔

یہ تفریحات ان لوگوں کے لئے بھی ہیں جو صرف نفع کے لالچ سے کام کرتے ہیں۔ مگر محض جسمانی صُورت میں۔ اس قسم کے لوگ محتاط۔ ہوشیار اور محنتی ہوتے ہیں۔ خصُوصاً اگر وُہ سوداگر یا پیشہ ور ہوں۔ اگر وُہ اہل کار ہوں تو اپنے کام میں ہوشیار ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو روپیہ کی خاطر بیچ دیتے ہیں۔ اگر پیشوائے مذہب ہوتے ہیں تو نجات کو فروخت کرتے ہیں۔ روپیہ ہی اُنکا خدا ہوتا ہے اور ہر وقت اس شعر کو اپنا رہنما بنائے رکھتے ہیں کہ ؎

جس نے پیسہ دیا اُسی کے ہیں

پیر و پیغمبر و خدا کیا ہے

ایسے لوگ اپنے کام اور فرض منصبی سے بھی صرف یُوں محبّت کرتے ہیں کہ اس سے پیسہ ہاتھ لگتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے اگر وُہ کسی اعلیٰ عہدہ پر ہوں یہ بات بالکل شایان ہو۔ کہ وُہ روپیہ کی خاطر اپنے ملک کو بیچ دیں۔ حتّیٰ کہ اپنی فوج اور شہر کے لوگوں کو دغا سے دشمن کے ہاتھ میں بھی دینے سے دریغ نہ کریں۔ دغابازی

تو اُن کے مزاج میں راسخ ہوتی ہے۔ اور چونکہ اُنہیں نفع کی خاطر نہ سزا کا ڈر ہوتا ہے نہ جزا کا۔ نہ بدنامی کا نہ قانون کا۔ اس لئے انہیں چوری کرنے اور لوٹ لینے میں بھی عار نہیں ہوتا۔ اگرچہ وُہ ظاہر میں سچائی کا جامہ پہنے رہتے ہیں۔ لیکن باطن میں ان کا دل سیاہ ہوتا ہے۔ وُہ انسانوں کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جس نظر سے کہ شیر یا بھیڑیا بکریوں کو دیکھتا ہے کہ دانوں لگے تو پھاڑ کھائیں۔ انکو خلق اللہ کو فائدہ رسانی کا کچھ خیال ہی نہیں ہوتا۔ اُن کی تفریحات میں ایک قسم کی جہنمی خوشی ہوتی ہے۔ وُہ گدھے کے مانند ہیں جسے چراگاہوں اور کھیتوں میں سوائے اس چیز کے جو وُہ کھاتا ہے (خواہ وُہ گندم کی بالیں ہو یا جَو کی) اور کوئی چیز پسند ہی نہیں آتی۔ حقیقت میں طمّاع لوگوں کا یہی حال ہے!

اب ایسے لوگوں کو لیجئے جو محض پیٹ پالنے اور ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کی خاطر اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ یا وہ جو صرف نام کے لیے کام کرتے ہیں۔ تاکہ وہ مشہور ہوں ہزاروں میں ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں۔ یا وُہ جو خاطر خواہ تنخواہ لینے کے واسطے کام کرتے ہیں تاکہ مالدار ہو جائیں اور چین سے زندگی بسر کریں۔ ایسے لوگوں کے لئے بس صرف مذکورہ بالا تفریحات ہی ایک فائدہ کے کام ہیں۔ یہ لوگ یقین کے بندے ہوتے ہیں۔ انکی روحیں ناپاک اور شہوات و خواہشات نفسانی سے مرکّب ہوتی ہیں۔ وُہ اپنا کام محض تفریح کے لئے کرتے ہیں۔ ایسے لوگ حیوان بشکلِ انسان ہوتے ہیں۔ اور انکے فرائض ان پر بارِ گراں ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ قائمقام ڈھونڈتے ہیں جو ان کی جگہ کام کرے۔ حالانکہ نام اُن کا ہو اور تنخواہ بھی یہ اُڑائیں۔ اس قسم کے لوگ جب مذکورہ بالا تفریحات میں مشغول نہیں ہوتے۔ تو بالکل احدی اور کاہل الوجود بنجاتے ہیں۔ پلنگ پہ لیٹے یہ سوچتے رہتے ہیں کہ غیب زنی اور ہم نوالہ و ہم پیالہ ہونے کے لئے ساتھی کہاں

ملیں؟ یہ لوگ خلق پر ایک بارِ گراں ہیں۔ ایسے تمام لوگ مرنے کے بعد تعذیر خانوں میں بند کر دیئے جاتے ہیں۔ جہاں ایک منصف مزاج منتظم انکا نگرانِ حال رہتا ہے۔ اور ہر ایک کو کچھ روزانہ کام کرنے کے لئے بتاتا ہے۔ اگر وُہ کام نہیں کرتے۔ تو اُنہیں نہ روٹی کھانے کو ملتی ہے۔ نہ کپڑا پہننے کو۔ اور یہ عمل برابر جاری رہتا ہے یہانتک کہ اُنہیں چار و ناچار کچھ مفید کام کرنا پڑتا ہے ۔

محمد سعید

کام کی باتیں

موت سے زیادہ کوئی چیز دنیا میں یقینی نہیں۔ پھر کسی کی موت کی خبر پر اچنبھا کیوں ہو۔ زندگی پر تعجب ہو تو بیجا نہیں کہ اب تک زندہ کیونکر ہے؎ لائی حیات آئے۔ قضا لیچلی چلے + اپنی خوشی نہ آئے۔ نہ اپنی خوشی چلے۔

جو غالب ہے وہ معشوق ہے۔ جو مغلوب ہے وُہ عاشق ہے۔ گرچہ علم صرف کے رُو سے خلاف ہے۔

حیوان ناطق کو حیوان مطلق پر اس سے بڑھکر اور اچھی کوئی دُوسری فضیلت نہیں کہ وہ گذشتہ واقعات سے اطلاع رکھتا ہے اور سینکڑوں عقلا کے تجربہ سے ایک فرد واقفیت رکھتا ہے اور یہ صرف علم کی وجہ سے۔

دُنیا میں دوستی سے بڑھکر کوئی نازک رشتہ نہیں۔ ؎ اس بلائے جان سے آتش دیکھئے کیونکر بنے + دل سوا شیشہ سے نازک دل سے نازک خوئے دوست۔ قرابت مندی کے رشتے ٹوٹ ہی نہیں سکتے۔ چاہے ہزار بے لطفی ہو۔ دوستی کے رشتے مضبوط رکھنے والے بڑے مرد ہیں۔ ؎ خیالِ خاطر احباب چاہیئے ہر دم۔ انیسؔ ٹھیس نہ لگجائے آبگینہ کو۔

خادم مخدوم ہوجاتا ہے مگر مخدوم ہمیشہ خادم ہی رہتا ہے۔

تم کو وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ وقت تمہارا انتظار نہیں کرسکتا۔

آنکھ سب کو دیکھتی ہے اس میں خود بینی۔ مگر اپنے عیب کو نہیں دیکھ سکتی۔

(حضرت خسرو دہلوی)

نالۂ فراق

اُستادی قبلہ مسٹر آرنلڈ کے ولایت تشریف لے جانے کے بعد انکی جُدائی نے اقبال کے دل پر کچھ اس قسم کا اثر کیا کہ کئی دنوں تک سکینت قلبی کا منہہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ایک روز زورِ تخیل نے اُنکے مکان کے سامنے لا کے کھڑا کر دیا اور یہ چند اشعار بے اختیار زبان پر آ گئے جنکی اشاعت پر احباب مجبور کرتے ہیں۔ اگرچہ انکی رخصت کے موقع پر بہت سے الوداعی جلسے کیے گئے اور ان میں بہت سی نظمیں پڑھی گئیں اور یہ نظم اسوقت لکھی بھی جا چکی تھی۔ تاہم اس خیال سے کہ اس میں میرے ذاتی تاثرات کا ایک درد آمیز اظہار تھا۔ کسی عام جلسے میں اس کا پڑھنا مناسب نہ سمجھا گیا۔ آپ کی تشریف بری کے بعد دلی تاثرات کی شدت اور بھی بڑھ گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نظم میں بہت سی تبدیلی ہو گئی۔ (اقبال)

جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں
آہ مشرق کی پسند آئی نہ اسکو سرزمیں
آ گیا آج اس صداقت کا مرے دل کو یقیں
ظُلمتِ شب سے ضیائے روزِ فرقت کم نہیں

"تا ز آغوشِ وداعش داغِ حیرت چیدہ است
ہمچو شمعِ کشتہ در چشمم نگاہ خوابیدہ است"

کُشتۂ عزلت ہوں آبادی میں گھبراتا ہوں میں
شہر سے سودا کی شدّت میں نکل جاتا ہوں میں
یادِ ایامِ سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں
بہرِ تسکیں تیری جانب دوڑتا آتا ہوں میں

آنکھ گو مانوس ہے تیرے در و دیوار سے
اجنبیّت ہے مگر پیدا مری رفتار سے

ہو گئی رخصت مسرت غم مرا ہمدم ہوا
دفترِ صبر و شکیبائی جو تھا برہم ہوا

کچھ عجب اسکی جُدائی میں میرا عالم ہُوا　　دل مرا منّت پذیرِ نالۂ پیہم ہُوا

"حاضراں از دُور چُوں محشر خزو شم دیدہ اند
دیدہا باز است لیک از راہ گوشم دیدہ اند"

ذرّہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونیکو تھا　　یہ شکستہ آئینہ عالم نما ہونے کو تھا
نخل میری آرزوں کا ہرا ہونیکو تھا　　آہ کیا جانے کوئی میں کیا سے کیا ہونیکو تھا

ابرِ رحمت دامن از گلزارِ من برچید و رفت
اند کے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت

تو کہاں ہے اے کلیم ذروۂ سینائے علم　　تھی تیری موجِ نفس بادِ نشاط افزائے علم
اب کہاں وہ شوق رہ پیمائے صحرائے علم　　تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم

"شورِ لیلا کو کہ باز آرائش سودا کند
خاکِ مجنوں را غبارِ خاطرِ صحرا کند"

دجلہ ریزی کر رہا ہے دیدۂ پُرخوں مرا　　صُورتِ سیماب مضطر ہے دلِ محزوں مرا
دردِ فرقت سے ہی رنگیں نالۂ موزوں مرا　　داغِ حرماں ہے سراپا ہر گلِ مضموں مرا

آہ وُہ حاصل نہیں اُردوں کو مدحت میں مجھے
لُطف جو ملتا تھا کچھ تیری ملامت میں مجھے

کھولدیگا دستِ وحشت عقدۂ تقدیر کو　　توڑ کر پہونچونگا میں پنجاب کی زنجیر کو
دیکھتا ہے دیدۂ حیراں تری تصویر کو　　کیا تسلّی ہو مگر گرویدۂ تقریر کو

"تابِ گویائی نہیں رکھتا دہن تصویر کا
خامشی کہتے ہیں جسکو ہے سخن تصویر کا"

زندگی کا دامنِ انساں میں گویا خار ہے　　آرزو کا دِل میں سینہ میں نفس کا خار ہے
یُوں تو اِس عالم کے ہر ذرّے سے اُگتا خار ہے　　خارِ فرقت کا مگر سب سے نکیلا خار ہے

"زندگانی در جگر خار است و در پا سوزن است
تا نفس باقی است در پیراہنِ ما سوزن است"

اقبال

رُخصتِ شباب

یہ چند ابیات پریشان اپنے مکرم دوست مسٹر نیرنگ بی۔ اے کی یادگارِ ملاقات میں لکھے ہیں۔ اِسی لئے انہیں کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں۔

(ذوالفقار علی خاں گوہر رامپوری)

الفراق اے صحبتِ بزمِ نشاط
اب نہیں دل میں وُہ جوشِ انبساط

وُہ جوانی کی اُمنگیں اب کہاں
وُہ محبّت کی ترنگیں اب کہاں

سر میں سودا ہے نہ دل میں چاہ ہے
شورِ نالہ ہے نہ زورِ آہ ہے

اب کہاں اگلی سی وہ بیتابیاں
وُہ تصوّر وہ پریشاں خوابیاں

وُہ میرے دل کی تپش جاتی رہی
وُہ اُمیدوں کی خلش جاتی رہی

آرزوئے وصل مُردہ ہو گئی
جستجوئے کوئے جاناں سو گئی

سب یہ عشقِ بد بلا کے ساتھ تھیں
یہ شبابِ فتنہ زا کے ساتھ تھیں

اِنتظارِ یار کی طاقت نہیں
بزم آرائی کی اب فرصت نہیں

اب نہ خود بینی نہ رشکِ غیر ہے
ذوقِ ہنگامہ نہ شوقِ سیر ہے

جب سرورِ کامرانی ہی نہیں
جب وُہ ذوقِ شادمانی ہی نہیں

پھر غمِ ناکامیٔ دل کیا کریں ۔ کیوں کسی کے واسطے رویا کریں
صحبتِ ساقی کا چسکا مٹ گیا ۔ وہ نظر بازی کا لپکا مٹ گیا
شرکتِ بزمِ حسیناں کا خیال ۔ اب نظر آنے لگا جی کا وبال
اب وہ اگلی سی خود آرائی کہاں ۔ چال میں اندازِ رعنائی کہاں
اب نہیں آنکھوں میں آثارِ خوشی ۔ لب ہوئے ہیں آشنائے خامشی
سُرخیٔ رخسار سب جاتی رہی ۔ شوخیٔ گفتار اب جاتی رہی
وہ مری جادو بیانی اب کہاں ۔ وہ طبیعت کی روانی اب کہاں
وہ تبسم خیز باتیں ہی نہیں ۔ ہائے وہ دن اور راتیں ہی نہیں
اب کبھی بھولوں ہنسی آتی نہیں ۔ دل کی یہ افسردگی جاتی نہیں
صحبتِ احباب سے دل بھر گیا ۔ کم ہوا سودا تو دردِ سر گیا
اب جوانی ہے نہ اُس کا دور ہے ۔ خواہشِ دل اور ہے دل اور ہے
وقت سے پہلے ضعیفی آ گئی ۔ خود بخود دل کی کلی مرجھا گئی
ہو گیا دل خوگرِ رنج و الم ۔ چھا گیا افسوس کیسا ابرِ غم
وقت سے پہلے گذر جاتے ہیں ۔ کاش دل کے ساتھ مر جاتے ہیں
چھوڑ آے ناداں یہ بیہودہ خیال ۔ ہے زمانہ کی ہمیشہ سے یہ چال
اِک فقط تو ہی نہیں افسردہ دل ۔ تجھ سے بھی بڑھ کر ہیں لاکھوں مردہ دل
انقلابِ ہستیٔ عالم ہے یہ ۔ جس سے چھٹکارا نہیں وہ غم ہے یہ
کونسا گل ہے جو مرجھایا نہیں ۔ جو گیا پھر لوٹ کر آیا نہیں
گہ خزاں گاہے بہارِ بوستاں ۔ آتی ہیں وقتِ معین پر یہاں
زندگی و موت لاتی ہیں یہی ۔ گل کھلاتی گل سکھاتی ہیں یہی
انقلابِ آسماں ہے اس کا نام ۔ ہو نہیں سکتا کسی شے کو قیام

بزمِ فطرت کا یہی دستور ہے رات کو ظلمت تو دن کو نور ہے
شادی و غم ہیں زمانہ میں توأم پھر خوشی سے کیا خوشی کیا غم سے غم
ایک سا عالم کبھی رہتا نہیں کون ہے جو سکھ میں دُکھ سہتا نہیں
ہر کمالے را زوالے میشود بدر کا ہر تا ہلالے میشود
مقتضائے عقلِ انساں ہو یہی وقت کے ساتھ اپنی بدلے چال بھی
جو نہیں کرتے کبھی اس پر عمل اپنی آسائش میں پاتے ہیں خلل
شاخِ کہنہ تازہ پھل لاتی نہیں راگنی بیوقت خوش آتی نہیں
موسمِ گرما میں سردی کا لباس پہنتے ہیں صرف مخبوط الحواس
جھونپڑوں میں دیکھنا محلوں کے خواب کر دیا کرتے ہیں انساں کو خراب
جاگنا سونے کے وقت اچھا نہیں کر دیا کرتا ہے رنجور و حزیں
جاگنے کے وقت سونا قہر ہے یہ فلاحِ زندگی کو زہر ہے
کان رکھ کر گوشِ دل سے سُن ذرا کہہ رہا ہے حالیؔ نغمہ سرا
چل رہی ہو جس گھڑی بادِ خزاں بے محل ہے عہدِ گل کی داستاں
زندگی کا پھول تھا وقتِ شباب اسکو اے غافل نہ کرنا تھا خراب
وقت تھا یہ بیش قیمت کام کا یہ نہ تھا موقعہ ترے آرام کا
فکرِ خال و خط نے تجھ کو کھو دیا تخمِ غم کیوں اپنے ہاتھوں بو دیا
شہد بھی ہے یہ جوانی زہر بھی یہ ہوائے مہر بھی ہے قہر بھی
اس میں شیرینی بھی ہے تلخی بھی ہے کامرانی بھی ہے ناکامی بھی ہے
ہم طریق اس کی سعادت چاہئے ہم نفس اس کی مشقت چاہئے
جب ہوائے دل مشیر اسکی بنی یہ سمجھ لے پھر جوانی ہو چکی
سرکشی نفس بدانجام ہے دشمنِ دیں دشمنِ آرام ہے

اس پہ جو غالب رہا وُہ مرد ہے
آسماں اس کا شریکِ درد ہے

رحمتِ حق اُس پہ برساتی ہو نوُر
اس سے رہتی ہیں بلائیں دُور دُور

جو ہوا مغلوب وُہ بدکیش ہے
بے خبر ناعاقبت اندیش ہے

اُس پہ لاتا ہے مصیبت یہ شباب
اُس پہ ڈھاتا ہے قیامت یہ شباب

اُلجھنوں میں رات دِن رہتا ہو وُہ
دُکھ ہزاروں طرح کے سہتا ہو وُہ

وُہ سرورِ عافیت پاتا نہیں
سچ تو یہ ہے اُسکو چین آتا نہیں

ہو نہ جس میں فکر کچھ انجام کا
وُہ شباب وقت پھر کس کام کا

اس مصیبت میں نہ پڑنا ہی بھلا
ایسے ساتھی سے بچھڑنا ہی بھلا

حیف اُنپر ہے گیا جن کا شباب
لیکن ابتک دیکھتے ہیں پچھلے خواب

اِنقلابِ حال سے ہیں بے خبر
وقت بدلا وُہ نہیں بدلے مگر

ہو رہے ہیں زعمِ باطل میں خراب
وقتِ پیری کو سمجھتے ہیں شباب

آفتاب آیا ہے تا نصف النہار
انکی نیندوں کا نہیں اُترا خمار

یہ سمجھتے ہیں ابھی کچھ رات ہے
کیا ستم ہے کیا ہنسی کی بات ہو

ان کے حالِ زار کی ہے یہ نظیر
پیٹتے ہیں سانپ کے بدلے لکیر

حالتِ افراد حالِ قوم ہے
یہ زوال اُنکا زوالِ قوم ہے

پائیگی وُہ قوم کیا عزّ و وقار
جس میں ہو افراد کا یہ حالِ زار

گوہر - رام پوری

نغمۂ عشق

نکل کے گھر سے میں آج پہنچا جو صحنِ گلشن میں صبحگاہاں
چٹکتے غنچوں کو میں نے میٹھے سُروں میں پایا ترانہ ریزاں
تمہاری پیشانیٔ منور کا سجع تھا یاسمین کو ازبر
تمہارے رخسارِ لالہ گوں پر گلاب مستانہ تھا غزلخواں
کنول تمہارے جھکے ہوئے سر کا وصف اودھر گنگنا رہا تھا
ادھر بنفشہ سُنا رہا تھا حکایتِ کاکلِ پریشاں
تمہاری توصیف پھول سارے یہ کرکے ایک ساتھ کر رہے تھے
خدائی کہتی ہے خوب ہم کو مگر ہو تم بادشاہِ خوباں
گذر مرا صحنِ دشت میں پھر ہوا تو میں نے سُنا کہ طائر
زمردیں شاخ کے منابر پہ ہیں گل افشاں و شکر افشاں
یہ نغمہ سب گا رہے تھے مل کر کہ حُسن و خوبی کا تم ہو مقصد
عرض ہے حُسن اور تم ہو جوہر ہے تم سے قائم نیاز کی شاں
تدرو طاؤس و کبک و ہُدہُد یہ شور پیہم مچا رہے تھے
نہ پا سکینگے پر نہ پا سکینگے ہم تمہاری طلعت تمہارا الحاں
یہاں سے پلٹا تو جا کے پہنچا قدم قدم میں کنارِ دریا
ہمہ تن اُس کو بھی میں نے پایا مگر نوا خوان و نغمہ سنجاں
یہ رازِ اُلفت بھرا ہمارا تھا اُس کے نغموں سے آشکارا
کہ تم مرے اور میں ہوں تمہارا بہم ہیں ہم اور تم تن و جاں

ہزاروں صدیاں گذر چکی ہیں تمہاری خوبی کا جب تھا چرچا
تمہاری اُلفت کا پڑھ کے کلمہ ہوا ہیں جب اولیں مسلماں

شنیدہ ایں شکریں نواہا شتافتم تا دوبارہ گردم
فدائے تو دلبرا کہ از من ربودہ نقد عقل و ایماں

ظفر علی خان

کم فرصت بچہ

سنتے تھے کہ یہاں راحت و آرام بہت ہے
پر تجربہ کہتا ہے کہ یہاں کام بہت ہے

دن رات میں فرصت نہیں اتنے ہیں مشاغل
ممکن نہیں ہو جاؤں میں دم بھر کوئی غافل

اس پہ بھی مرے کام مکمل نہیں ہوتے
عقدے جو مرے کام میں ہیں حل نہیں ہوتے

لو آج ہی تو وقت سے ہونے لگی بارش
شیشوں پہ دریچوں کے ہوئی بوندوں کی یورش

اس وقت سے بندہ ہمہ تن چشم تماشا
دیکھا کیا اک ٹکٹکی باندھے یہی نقشا

اک وقت میں اک کام پہ کر لی نہ قناعت
نادانی سے سر پہ پڑی یہ ایک نئی محنت

اک گیت زباں پر جو کہیں ہو گیا جاری
دوپہر اسی راگ کے دھندے میں گزاری

تھے اس کے سوا اور بھی بہتیرے مشاغل
طے اور بھی کر ڈالے کئی میں نے مراحل

آئینے پہ ایسا کوئی اک پھونک دیا دم
وہ جس کے اثر سے ہوا اک آن میں پر نم

اس نم کو وہیں صورت تصویر بنایا
تصویر کو اک لحظہ میں پھر خود ہی مٹایا

پھر فرش زمیں پر جو توجہ ہوئی مائل
تعمیر کئے اس پہ مکاں رہنے کے قابل

ٹوٹی ہوئی کشتی جو مری سب سے بڑی ہے — اب اس کی مرمت کی مجھے فکر پڑی ہے
وسعت جو خیالی مرے ہاں ہوتی ہے اکثر — پھر اس میں بلاتے ہیں مجھے سارے تونگر
اتنے ہیں تردد مری اک ننھی سی جان کو — فارغ جو ہیں کیا جانیں وہ اس دردِ نہاں کو

اب کھیل کی فرصت کوئی ڈھونڈے تو کہاں ہے
"مصروف ہوں مصروف" یہی وردِ زباں ہے

(ترجمہ از انگریزی)

اکرام

مرأت العروس

شمس العلما مولانا نذیر احمد صاحب ایل ایل - ڈی کی سب سے مشہور اور مقبول کتاب مرأت العروس کا ایک نہایت عمدہ انگریزی ترجمہ مع حواشی انگلستان میں شائع ہوا ہے - یہ ترجمہ جناب مسٹر جی - وارڈ صاحب بہادر پنشنر سی - ایس - کی اُردو دانی کا بہترین نمونہ ہے - یہی صاحب ہیں جنہوں نے رباعیاتِ حالی کا بھی انگریزی ترجمہ نظم میں کیا ہے - ہمارے دوست سید محمد ضامن صاحب کنتوری نے وارڈ صاحب کے ترجمہ مرأۃ العروس کی یہ منظوم تقریظ لکھی ہے - جو قابلِ دید ہے :-

مہرِ عالمتاب جب پنہاں ہوا — پڑ گیا دنیا پہ پردہ رات کا
ہر طرف سے اک خموشی چھا گئی — پی کے جامِ بیخودی نیند آ گئی
کر دیا ایک اک کو مستِ خوابِ ناز — اُٹھ گیا نیک اور بد کا امتیاز
ہو کے فارغ سارے دن کے کام سے — بستروں پر لیٹے لوگ آرام سے
تیرگی تھی سارے عالم پر محیط — اور تھی غفلت نیند کی ہمہ پر محیط

ہوشیاری ایسی غفلت پر نثار — تھی خودی کی بیخودی آئینہ دار
کیوں نہ ہو اللہ کی رحمت ہے نیند — دافعِ گردِ غم و کلفت ہے نیند
نام میں اسکے ہے جادو کا اثر — کرتی ہے ہر باخبر کو بیخبر
نشۂ اس کا نشہ مے سے ہی تیز — جس سے کرتی ہے خودی کوسوں گریز
گہ غم افزا گہ طرب اندوز ہی — رُوح اسکی مُرغ دست آموز ہے
اسپہ وا ہر ایک بابِ بستہ ہی — مائدۂ راحت پئے ہر خستہ ہے
جیتے جی جنت میں یہ پہنچاتی ہی — خاکیوں کو عرش پر پہنچاتی ہی
لیٹے ہی لیٹے کرا دیتی ہی سیر — سارے عالم کی دکھا دیتی ہی سیر
تختِ شاہی پر کبھی پہنچا دیا — قعرِ نکبت میں کبھی پھکوا دیا
حُور بنکر جلوہ دکھلایا کبھی — دیو بنکر جی کو دہلایا کبھی
نیند جس دم آنکھوں میں آ گئی — طرفہ تر نیرنگ دکھلانے لگی
تھا عجب لُطفِ تماشا خواب میں — خضر فرخ پے کو دیکھا خواب میں
لائے ہیں تشریف وہ عالی صفات — ہاتھ میں ہے ساغرِ آبِ حیات
مجھ سے فرماتے ہیں پی لے اسکو تو — گر ہے عمرِ جاوداں کی آرزو
جام بھی یہ جامِ جم ہے دیکھنا — دوست رکھنا جان سے اسکو سوا
اس میں آئینگے نظر اشکال وو — تھے نہاں مرآتِ اسکندری جو
کھل گئیں آنکھیں جو میں دیکھا نہ خواب — غرقِ حیرت تھا دلِ پُر اضطراب
فکر تھی یارب یہ ہے کیا ماجرا — ہوگی اسکی آخرش تعبیر کیا
کون ہے خضر اور ہے کیا آبِ حیات — جامِ جم کیسا ہے یہ کیا واردات
اتنے میں خورشید نکلا دن ہوا — تیرگیِ شب کا پردہ اُٹھ گیا
خوابِ راحت سے ہوئی سب ہوشیار — خلق کا جاری ہوا پھر کاروبار

یُوہیں جب سات آٹھ نو دس بجگئے
ڈاکیہ وارد ہوا کچھ خط لئے

اُن خطوں میں ایک بُک پیکٹ بھی تھا
دیکھتے ہی جس کے جی خوش ہوگیا

تھا عیاں سرنامہ سے رنگِ وداد
نُور افزاے نظر خط کا سواد

کس طرح کہیئے کہ وُہ تحریر تھی
مشفقِ نادیدہ کی تصویر تھی

الغرض دل کو زیادہ کب تھی تاب
جب لفافہ کھولا نکلی اک کتاب

پڑھ کے ٹیٹل پیج ظاہر ہوگئی
تھی جو کچھ تعبیر شب کے خواب کی

یعنے وُہ جو خضر صُورت تھی بزرگ
مجھ پہ جو ہیں مہرباں جیسے بزرگ

ہیں وُہ جی - اِی واڈ صاحب ذی ہنر
فاضلِ نام آور و بالغ نظر

جو ہیں اُستادِ علومِ مشرقی
بلکہ نقّادِ علومِ مشرقی

ہیں ادیبِ کاملِ اُردو زباں
جیسے کوئی فاضلِ ہندوستاں

آجکواں ہیں وُہ افکارِ عجیب
جنکا سرچشمہ ہے اک ہندی ادیب

دل ہے بہرِ قوم جسکا دردمند
جسکی ایک اک بات ہے ایک ایک پند

کرکے ظاہر فائدہ تعلیم کا
جس نے کی ہے سعی بہبودِ نسا

کردیا ہے جس نے یہ گر آشکار
عورتوں پہ ہے ترقّی کا مدار

عورتیں جب قوم میں جاہل رہیں
مرد لایق ہوسکیں ممکن نہیں

جام وُہ جس میں یہ آبِ صاف تھا
ساغرِ جم سے ہے رتبہ میں سوا

یعنے شرحِ بابِ عاداتُ العروس
نسخۂ نایاب مراۃ العروس

جو توجہ سے بنا ہے وارڈ کی
شمعِ فانوسِ زبانِ انگلشی

روشنی کا جسکی ہوگا یہ اثر
لیڈیاں یُورپ کی جو ہیں باخبر

دیکھینگی خال و خطِ خوبانِ ہند
سمجھینگی کچھ حالتِ نسوانِ ہند

جس سے پیدا ہوگا ربطِ باہمی
آئیگی بیگانگی میں کچھ کمی

گرچہ بُعدِ ظاہری رہ جائیگا — ہوگا قائم باطنی اک سلسلہ
مِل گئی تعبیر جب یہ خواب کی — پھر تو دل کی کچھ عجب حالت ہوئی
ہو گیا بیخود خوشی کے جوش میں — مست جیسے ہو نہ اپنی ہوش میں
وہ مئے ہندی جو تھی چکھی ہوئی — سامنے یورپ کے خم میں تھی دھری
یعنے پہلے جو کتاب اُردو میں تھی — اب وُہ انگریزی میں چھپکر آگئی
پھر خیالِ استفادہ ہو گیا — شوق پابندِ ارادہ ہو گیا
کیا کہوں پڑھ کر ملا کیسا مزہ — ہر ورق پر کرتا تھا شکرِ عطا
یُوں تو انگلش کی ثنا ممکن نہیں — اس سے بہتر ترجمہ ممکن نہیں
صاف ہے سنجیدہ ہے آسان ہے — پھر بھی پُوری ترجمہ کی شان ہے
وارڈسا فاضل کہاں ضامن کہاں — ذرہ نتواند رسد تا فرقداں

آپ کی تعریف اور میرا دہن
اس میں ہے خود مجھ کو بھی جائے سخن

اِقبال

یہ نظم میں نے اپنے ارادے سے نہیں لکھی بلکہ اقبال کی زبردست سخنوری نے جبراً مجھ سے لکھوائی ہے۔ گویا یہ خراج ہے جو انکی شاعری نے میری شاعری سے لیا ہے۔ ہر چند حضرت اقبال سلمہ اللہ تعالے بطور شاعر کے کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں مگر میرے خیال میں انکی شاعری کا پایہ اُنکی شہرت سے بلند تر ہے:-

(قیصری)

پیش آہوے خطۂ تاتار
بوئے مشک ارمغاں فرستادم

جانم غنچہ ہائے معنے را
سوئے آں گلستاں فرستادم

جمع آوردہ دُردِ میخانہ
پیش پیرِ مغاں فرستادم

گلِ رنگیں و تر گرفتم ازو
برگِ فصلِ خزاں فرستادم

مرحبا اقبال اس جادو بیانی پر تری
حبذا طرزِ جدیدِ شعر خوانی پر تری

واہ وا ایسی طبیعت کی روانی پر تری
آفریں! اس نکتہ دانی نکتہ رانی پر تری

شمع ہے تو شاعری کی انجمن کیواسطے
فکر تیرا دام ہے مرغِ سخن کیواسطے

بلبلِ پنجاب تو پنجاب ہے گلشن ترا
پُر ہے نو گلہائے مضموں سے سدا دامن ترا

جسکا دانہ دانہ خرمن ہو وہ ہے خرمن ترا
دوسروں کے سو تصنّع ایک سادہ پن ترا

نقشِ تصویرِ مضامیں کے لئے مانی ہے تو
خطۂ ہندوستاں میں غالبِ ثانی ہے تو

ہیں نئے مضموں ترے باغِ سخن کی باغباں
چُست تیری بندشیں سب سے جدا طرزِ بیاں

چشمۂ کوثر میں ہے دھوئی ہوئی تیری زباں
جو ادا تجھ میں نکلتی ہے وہ اوروں میں کہاں؟

"از ہمہ خوباں برعنائی یگانہ بودہ
در جمالِ خویش در عالم فسانہ بودہ"

صرفِ فکرِ شعر جب تیری طبیعت ہوگئی
درد قرباں ہو گیا۔ صدقے فصاحت ہوگئی

تیرے طوفانِ مضامیں سے یہ حالت ہوگئی
سطرِ مسطر موجۂ بحرِ بلاغت ہوگئی

یہ کہیں روح القدس کی کارفرمائی نہ ہو؟
شعر کے پردے میں اعجازِ مسیحائی نہ ہو؟

کی ہے خالق نے عطا چشمِ تماشا جو تجھے　　ہو دلِ پر درد جس میں وہ دیا پہلو تجھے
ہے الف اللہ کا سروِ کنار جو تجھے　　نغمۂ قمری صدائے نعرۂ یاہُو تجھے

تو پسندِ خاطرِ خورد و کلاں ہونے کو ہے
یعنی اَے یُوسف عزیزِ کاروانِ نیکو ہے

اَے شہِ ملکِ سخن رُوح و روانِ قیصری　　ایکہ موزوں ہے ترے سر پر کلاہِ برتری
ایکہ تیری نظم ہے نورِ خردِ جاں پروری　　ایکہ تیرا شعر ہے خالِ لبِ افسوں گری

طبع تیری غیرتِ صد ابرِ نیسانی رہے
ذات تیری مظہرِ الطافِ یزدانی رہے

بدر الدین قیصری

تازہ غزلیں

نازو نیاز ظاہر و باطن رقیب سے　　کیا کہیے! ہم کو شکوے ہیں کیا کیا حبیب سے
لگ لگ کے پاس بیٹھنے والا وُہ کون تھا　　دُشمن کو تم نے کیوں نہ اُٹھایا قریب سے
کوئی بنا رقیب کوئی پاسباں بنا　　فتنے کئی اُٹھے تھے خرام حبیب سے
اغیار کا گلہ ہے نہ کچھ یار کا گِلہ　　جو کچھ ہُوا۔ ہُوا وہ ہمارے نصیب سے
انساں کے قول و فعل میں اس درجہ اختلاف　　منبر پناہ مانگ رہا ہے خطیب سے
کیا جانتا تھا اُن میں بھری ہیں یہ شوخیاں　　ظاہر دکھائی دیتے تھے حضرت غریب سے
اُلفت بیک نگاہ کا قائل نہیں غلام　　صاحب ذرا علاج کرائیں طبیب سے

کیجے فریبِ عشق کی نیرنگیاں تمام — معشوق سادہ لوح ملا ہے نصیب سے
ملتی ہے زخمِ رشک میں لذّتِ وصال کی — ذکرِ حبیب سُنکے زبانِ رقیب سے

قطعہ

کیا پُوچھتے ہو مجھ سے مری بے بسی کا حال — دیکھو کہ رنگ کیا ہے تمہارا رقیب سے
خودداریاں کہاں ہیں کہاں ہو غرورِ حُسن — دِل کے معاملے ہیں سرِ جاں عجیب سے
تیرا ہوا ہے اور نہ ہوگا وُہ بیوفا
اعجاز تابہ کے یہ لڑائی نصیب سے

غزل

مانوس کیوں نہ ہو دلِ وحشی حبیب سے — ایک یار دلنواز ملا ہے نصیب سے
کہدیگی دُور سے نگہِ شوق وہ پیام — الفاظ جسکو کہہ نہیں سکتے قریب سے
ایک ہجر و وصل کیا کسی حالت میں کل نہیں — ہیں تیرے ولولے دِلِ ناداں عجیب سے
اے وائے نارسائی دستِ درازِ شوق! — اور آپ کا نکل کے وُہ جانا قریب سے
ہم نے اُنہیں سُنا ہی دیا ماجرائے دل — حالِ مریض کیونکہ چھپاتے طبیب سے
اللہ رے اُنکی اُٹھتی جوانی کی شوخیاں! — بچپن میں تھی جو بھولے سے جیسے غریب سے
جلتے کے دِل کو اور جلانا ضرور تھا — ہم نے نوازشیں تیری کہدیں رقیب سے
لاکھوں گلوں میں ایک اُسی جلوہ کی ہو تلاش — سیکھو اصولِ اہلِ نظر عندلیب سے
تحسینِ حُسنِ یار میں ہو میرا ہم خیال
نیرنگ کیوں نہ ہو مجھے اُلفت رقیب سے

غزل

ہے گل کو عشق آہ دلِ عندلیب ہے
سنتا ہے نالہ کان لگائے قریب ہے

دو باتیں اور کرنی رہی ہیں حبیب سے
وہ بھی کوئی جو موقع ملے گا نصیب ہے

رندانِ مست دیکھتے ہی ہم کو کھل گئے
جیسے کوئی حبیب ملے ہے حبیب سے

انکی نگاہِ ناز تو رہتی ہے دور دور
چٹکی مگر وہ لیتی ہے دل میں قریب سے

انداز وہ کہ فتنۂ محشر نثار ہو
شوخی تو دیکھو بیٹھے ہیں کیسے غریب سے

بادِ صبا فسردہ دلوں کو نہ چھیڑ تو
لازم نہیں ہے لگ کے یہ چلنا غریب سے

ہم دلجلوں کا کام بجز اس کے کچھ نہیں
شکوہ حبیب سے ہے گلہ ہے نصیب سے

حالی نے سچ کہا ہے یہ اے بختِ دل حزیں
پوچھو وطن کی قدر مسافر غریب سے

(نتیجۂ طبعِ بخت)

غزل

دیوانگی کی شورشِ پیشِ نظر بیاباں
وحشت کا سر میں سودا۔ دل میں جنوں کا ساماں

کٹتی ہے زندگانی کیا کیا ادھیڑ بن میں
سیتا ہوں کر کے ٹکڑے پھر دامن و گریباں

سن سن کے میرے نالے۔ خوش ہیں جہان والے
زندانیٔ قفس ہے اک بلبلِ خوش الحاں

کہیں وہ امن صبا سے جو کھلے کبھی تو کھل جائے
احوالِ لالہ و گل شمشاد و سرو و ریحاں

یاروں سے میں بچھڑ کر جیتا ہوں کیسے صادق
میرا رشتۂ بقا ہے یادِ عزیز یاراں

(صادق)

غزل

جو کرم پہ کچھ بھی مائل وُہ جفا شعار ہوتا — مجھے وہم گھیرے رہتے نہ یہ انتشار ہوتا
بہت اے صبا نہ اترا مجھے تیری سب خبر ہے — نہ کسی کو چھو کے آتی نہ یہ افتخار ہوتا
ترے نیم جاں ہزاروں ترے جاں نثار لاکھوں — یہ کہاں تھی میری قسمت کہ مرا شمار ہوتا
کسی کوہ پر گرا کرتے مرے اشک جمع ہو کے — تو جہاں میں سب سے بہتر وہی آبشار ہوتا

یہ کہاں سے لاتا جرأت یہ کہاں سے آتی ہمت
کہ جو تیرا مظہری سا کوئی جاں نثار ہوتا

محمد شفیع احمد مظہری

غزل

شکوہ ہی چرخ کا یا دہر کا بربادی میں — ایک سے ایک ہی بڑھ کر ستم ایجادی میں
شورِ ماتم سے مبدل کبھی گلبانگِ سرور — حشر برپا کہیں عشرتکدہ شادی میں
آہ! نیرنگِ فلک سے کبھی آتا ہے نظر — منظرِ نینوہ کشمیر کی بھی وادی میں
کرتی ہے تیغِ خزاں سینہ شگافی بہار — یہ بھی دستور ہے اس عرصہ بربادی میں
اِس کے خنجر کے اشارے سے کٹی گردنِ عیش — فلکِ پیر جواں مشق ہے جلادی میں
تیشۂ جورِ زمانہ سے ہوئے حیف! ہلاک — شہرۂ آفاق تھے عشاق جو فرہادی میں
مرمرِ واقعہ سے ہو گئی پیوستِ زمیں — نامور تھے جو حسیں قامتِ شمشادی میں
آئے بسا غنچۂ نشگفتہ کہ وُہ با صد ناز — ٹہنیوں پر تھے پڑے جھومتے آزادی میں
ناگہاں آیا چمن زار میں طوفانِ عظیم — ڈوبی آزادی سب اس ورطۂ بربادی میں

آخر اے دل تو ہے پابست بتا تا بہ کجا؟ حلقۂ سلسلۂ فرطِ غم و شادی میں
سیرِ عبرت کے لئے کر کسی ویرانہ کی غفلتیں بڑھتی چلی جاتی ہیں آبادی میں

ہمصفیرانِ چمن پردہ کرے کیا نوحہ
مثل مشتاق جو ہو پنجۂ صیادی میں

(محمد شفیع مشتاق)

منتخباتِ سالک

تمکیں سے نہ دیکھے جو کبھی آئینہ جھک کر وہ مرتکبِ شرم و حیا ہو نہیں سکتا
ماتم زدہ کے ہاتھ سے گھبرا نہ شبِ وصل عادت ہے کہ سینہ سے جدا ہو نہیں سکتا
کہنے پہ چلے دل کے عبث یہ بھی نہ جانا گمراہ کبھی راہ نما ہو نہیں سکتا
میں اُس نگہِ ناز کا محکوم ہوں سالک وابستۂ احکامِ قضا ہو نہیں سکتا

کہوں مطالب سب اپنے جی کے بہ شرط کیجے کہ ہاں نہ کیجے
کہو نہیں پھر اُسی طرح سے مجھے ہے سُننا نہیں نہیں کا
عجب ہے سالک کبھی رند مشرب کہ چھوڑ بیٹھا ہے ملتیں سب
نہ مانتا ہے کسی کا مذہب نہ ہے یہ پابند اپنے دیں کا

مُنہ نہ کھلوا نہ تجاہل سے یہ کہ کیا دیکھا کیا کہیں بزم میں دشمن کی جو دیکھا دیکھا
جس نے اس برقِ تجلی کو سراپا دیکھا کر سکا ہوش میں آکر نہ کبھی کیا دیکھا
عشق وہ شے ہے کہ الکن کو بناتا ہے کلیم تجھ سے نقصان نہ کچھ اے لکنتِ موسیٰ دیکھا

وُہی رونا ہے وُہی گریہ ہے سالک تجھ کو — تندرستی میں بھی ہم نے تو نہ اچھا دیکھا

دل محبت مکان ہے گویا — آرزو کا جہان ہے گویا
کھول دے مُنہ خموں کے پیرِ مغاں — آج ہی امتحان ہے گویا
تیری تصویر کیوں نہ بول اُٹھے — اِس میں عاشق کی جان ہے گویا
تیرا چُپ چاپ بیٹھنا سالک — اِک طرح کا بیان ہے گویا

میرا ہو آشیانہ اور آدھا جلا ہوا — بجھ بھی گئی تھی آگ تو بجلی کو کیا ہوا
عاشق ہیں اُس پہ رشک سے کہتے ہیں تو نہ مِل — معلوم ناصحوں کا نہ مجھے مُدعا ہوا

جس قدر ضبط کیا اور بھی رونا آیا — یہ طبیعت نہیں آئی کوئی دریا آیا
کوُچۂ یار میں آکر نہیں جاتا کوئی — یہ وہ جا ہے کہ یہاں جو کوئی آیا آیا
رات کیا جانئے کس طرح گذاری ہم نے — اپنے وعدہ پہ شبِ وعدہ تو اچھا آیا
وعدۂ وصل پہ قسمیں تو نہ کھا عہد شکن — باور آیا مجھے بس اور تو آیا آیا
کہہ اُٹھا آج کہ اس بُت کو خدا لائے یہیں — شُکر ہے لب پہ مرے نام خدا کا آیا
اشک آنکھوں میں بھرے لب پہ فغاں دامن چاک — جو تماشے کو گیا وہاں سے تماشا آیا

ڈالا ہے کشمکش میں مجھے شوقِ رشک نے — تا دم بُلا کے میں تجھے اے نامہ بر ہوا

ضبطِ فغاں بھی راز کا پردہ اُٹھا گیا — میری خموشیوں سے وُہ مطلب کو پا گیا
عاشق مزاجی اپنی یہ کچھ اُنکا حُسن وُہ — گذرا نظر سے جلوہ کہ دِل میں سما گیا

سالک نکل کے میکدہ سے آ گئے کدھر
ساغر کو پھینکو ہاتھ سے بازار آ گیا

ہم اُنکو دیکھ کر ہوتے ہیں یہانتک محوِ نظارہ
بھری محفل میں بھی ہم کو مزا آتا ہے خلوت کا
عدم سے کیوں چلے آتے خراب آباد دنیا میں
ازل میں گر دکھا دیتے نوشتہ ہم کو قسمت کا
زمانہ رفتہ رفتہ آگیا چشمِ تصوّر میں
مزا جاتا رہا سارا ہماری کنجِ عزلت کا

ایک ہم ہیں کہ جسے دوست بنایا نہ بنا
ایک دُنیا سے ملا رہتا ہے دشمن کیسا

ابھی نامہ بر کو روانہ کیا
ابھی کہہ رہا ہوں کہاں رہ گیا
ترے لُطف نے کی یہانتک کمی
جو پہلے یقیں تھا گماں رہ گیا
مَیں واماندہ اور کہہ رہا ہے جرس
رہا جو پسِ کارواں رہ گیا

کروں گا تنگ آ کر اب کے وُہ آہ
کہیں گے لوگ یہاں چرخِ کہن تھا
کہاں تم اور کہاں اغیار سچ ہے
نہ غصّہ ہو یہ میرا سوئے ظن تھا
نہ مرتا کس طرح فرہاد سالک
فلک پہنے لباسِ پیرزن تھا

سوانح عُمری امیر کابل باتصویر (معہ نقشۂ دوردان افغانستان) مُوسوم بہ تزکِ عبدالرحمانی

جو امیر مرحوم کی خود نوشتہ سوانح عمری کا صرف ایک ہی مکمل اُردو ترجمہ ہندوستان میں ہوا ہے دوبارہ چھپکر تیار ہے - حجم چھ سو صفحہ - قیمت ہر دو جلد تین روپیہ علاوہ محصول - طبع اول کے ساتھ نقشہ نہ تھا -

المترجم محمد حسن خان اسسٹنٹ فنانشل ڈپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا شملہ و مترجم باجرہ وغیرہ

انتخابِ لاجواب کیوں اسقدر ہردلعزیز ہوگیا ہے؟

اوّل یہ کہ اس قسم کے دلچسپ اور مفید لائٹ لٹریچر کا ایک بھی رسالہ اُردو زبان میں شائع نہیں ہوتا۔

دوم یہ کہ باوجودیکہ یہ ہفتہ وار ہے۔ اسکی دلچسپ مضامین کی مجموعی مقدار ماہوار رسالوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے

سوم۔ یہ کہ اس کے مضامین ٹھوس طویل بھدّے اور مشکل نہیں ہوتی۔ بلکہ نہایت سہل پُر مذاق دلچسپ اور مفید ہوتے ہیں اور اسی لئے ہر پرچہ میں بیسیوں مختلف مضامین ہوتے ہیں۔

چہارم یہ کہ اس میں آجتک پندرہ بیس اعلیٰ درجہ کے دلچسپ سلسلہ وار ناول انگریزی۔ ترکی۔ فرانسیسی۔ بنگالی و ہندی وغیرہ زبانوں سے ترجمہ ہوکر اور طبع زاد بھی چھپ چکے ہیں۔ اتنے ناول آج تک کسی دوسرے اخبار یا رسالہ میں نہیں چھپے ہونگے۔

پنجم یہ کہ اس میں مشاہیر عہد کا ایک عظیم الشان باتصویر سلسلہ چھپا ہے کہ جس میں آج تک ہندوستان اور دنیا کے ٢٦٠ مشہور لوگوں کے حالات اور تصویریں چھپ چکی ہیں۔ کیا صرف یہی سلسلہ بجائے خود اس پرچہ کو نہایت دلچسپ اور مفید بنا دینے کو کافی نہیں ہے۔

اگر مخزن کے اس صفحہ میں زیادہ گنجائش ہوتی تو ناظرین کو بتلایا جاتا کہ انتخا
کے اس قدر ہردلعزیز ہونے کی چھٹی۔ ساتویں۔ آٹھویں۔ نویں اور دسو
لیکن مجبوراً اسکو یہاں ختم کرکے باقی وجوہات معلوم کرنے کے لئے آپ
کا پرچہ منگانے کی سفارش کی جاتی ہے۔ جو آپ کے لکھنے پر مفت

مینیجر انتخابِ لاجوا

قیمت فی جلد ۱۲ زر

جوہر تحقیقات

تمام مسائل مذہبی - اخلاقی - ملکی وغیرہ کا فیصلہ قطعی بدلائل معقول و منقول جیسا اس کتاب میں ہے ویسا آج تک دیکھنے و سُننے میں نہیں آیا - مُشتے نمونہ

فہرست مضامین یہ ہے :-

باب اوّل

ہندوؤں کے تمام عقائد و رسمیات کی حمایت و صداقت

(۱) خدا کی ہستی کا ثبوت و اوصاف عبادت سے فائدہ و بہترین طریقہ

(۲) پیغمبر و اوتار کی بحث - معجزوں کی پڑتال - اوتاروں کے اصلی معنی

(۳) الہام کی ضرورت - حق کی شناخت - وید - قرآن - بائبل وغیرہ کا مقابلہ -

(۴) تناسخ :- ارواح کا مسئلہ ماننے کے قابل ہے یا نہیں ہر طرح بحث

(۵) قیامت و پیدائش کی نسبت ہر مذہب کے خیالات و تحقیقات

(۶) بت پرستی گناہ ہے یا ثواب - اس کے فائدے و نقصان - قدرتی میلان -

(۷) دیوتا - جانور - درختوں کی پوجا - سورج کو جل چڑھانا - ہون کرنا وغیرہ -

تیرتھ - برت - میلے - تیوہار - گنگا اشنان - کتھا کا پھل - دان - مُردہ جلانا - دشوتن وغیرہ اصول شادی و غمی کی رسمیں -

جنتر - تلک - گرہن - مہورت - جنم پتر - ... وغیرہ -

... ذات پات - پنچایت - فرقہ - جاتی ...

جو امیر ... حرکات ہر کام میں - ... گرو - ... وغیرہ

... فرقوں ... کی بحثوں سے ... جھگڑے ... کا کاٹ -

... یہ تحقیقاتیں - تمام شاستر ... کا نچوڑ ... نئی طرز پر -

باب دوم

آجکل ہندوؤں کی حالت - اصلیت سے بہک کر دور نکل گئے ہر بات کے معنے بدل ڈالے الٹی سمجھ اور اندھیرے اصول کی نگری اندرونی بھید کی باتیں - ہر ایک قسم کا حال کھول کر دکھلا دیا - ہر صفحہ عبرت خیز واقعات سے پُر ہے - تمام خوبیوں کی جگہ خرابیاں دکھائی ہیں - خبردار - کیا ہندو مذہب دنیا میں قائم رہ سکتا ہے -

باب سوم

مذہب کی ضرورت - تعصب سے فائدہ - مہاشوں مذہبی جنگ کی ضرورت مناسب - علم و عقل و مذہب کا اتفاق - انتظام سوسائٹی - دین و دنیا کا لگاؤ - مذہبوں کی ایجاد - مذہب و خدا کے نام پر ظلم - ویدانت کی غایت - دوسروں کو سمجھانے کا حق - مذہب بدلنے سے فائدہ اور نقصان - موجودہ مذاہب کی خوبیاں و خرابیاں - اور انکا باہم موازنہ - رفاہ عام کے قواعد - نفس پرستی؟ خواہش کی حفاظت - بدھ و جین و سکھ مذہب کا برادرانہ تعلق - ہندو مسلمانوں کا نفاق - دھرم کی شکتی - عقلمندی و کم فہمی - گاؤ کشی و میلوں پر جھگڑا اور تصفیہ جائز و اختیاری - آریہ سماج و دھرم سبھا وغیرہ کی فرقہ بندی - تعلیم نسواں - پردہ - شادی بیاہ؟ - قواعد برادری و طریق خیرات پر آئندہ انتظام - انگریزی حکومت و قانون کی شکایات اور اسکی برکتیں - خدائی جنگ - نیکی کا ہتھیار -

باب چہارم

اور ضمیمہ علیحدہ - ہستی کے مسئلوں کی تہہ آخری اصل ہے جو سچا اور اچھا عالمگیر قدرتی مذہب کیا ہے - اب ہم کو کیا کرنا چاہیے ہماری تمام مشکلوں و مصیبتوں کا علاج ہماری ہاتھ میں ہے اور بہت سہل ترقی قوم کی

المشتہر

ملنے کا پتہ :- بابو ... لال ... ودیا ساگر ڈپو - علیگڑھ

پنڈت ہیمراج وید وشارد سب ایڈیٹر بھارت بھگنی پترکا کا ویدک اوشدھالیہ بسرپرستی مسٹر روشن لال صاحب بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لا لوہاری منڈی لاہور

ہمیشہ صاف الفاظ [illegible]
سب تجربہ [illegible]

[illegible] اجرت ادویات [illegible]

معزز صاحبان اسوقت ادویات کے اشتہارات دینے والوں نے کوئی الفاظ اس قسم کے نہیں چھوڑے جنکو لکھ کر ایک سچا آدمی اپنی سچائی کو ظاہر کر سکے۔ اسلئے ہم بالکل سادہ اور مختصر الفاظ میں عرض کرتے ہیں۔ کہ آپ مہربانی کر کے ہماری ادویات کا پہلے نمونہ منگا کر تجربہ کریں۔ اگر ہماری تحریر کے مطابق ہوں۔ تو دوائی منگوائیں ورنہ جانے دیں۔

نین امرت روغن۔ یہ روغن آنکھوں کے جملہ امراض مثلاً جالا۔ دھند۔ غبار۔ موتیا بند۔ ککرے پانی کا نکلنا۔ سرخی جلن وغیرہ کو چند ہی روز کے استعمال سے بخوبی دور کر دیتا ہے اگر چھ ماہ تک مطابق ہماری ہدایت کے استعمال کیا جاوے تو عینک کی حاجت نہ رہیگی قیمت فی شیشی جو ایک سال کے لئے کافی ہوگی صرف ۲ مع محصولڈاک وغیرہ نمونہ ۱ دو شیشی اکٹھی منگوانے پر معہ محصولڈاک للعہ روپے ✦

خان بہادر جناب ڈاکٹر سید امیر شاہ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس۔ اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور میں تصدیق کرتا ہوں کہ پنڈت ہیمراج وید کے تیار کردہ نین امرت تیل کو میں نے دھیوا وغیرہ اور آنکھوں کے ککروں میں استعمال کیا اور اسکو مفید پایا۔

پنڈت شیودت صاحب شرما۔ مہامہوپادھیائے ہیڈ پروفیسر سنسکرت سپرنٹنڈنٹ سنسکرت ڈیپارٹمنٹ اورینٹل کالج لاہور و فیلو یونیورسٹی پنجاب:۔ میں نے پنڈت ہیمراج وید وشارد کے تیار شدہ سوم کے تیل اور نین امرت تیل کی پریکشا کی۔ سوم کے تیل کی دو ہی دفعہ کی مالش کرنے سے انگوٹھی کا درد دور ہو گیا۔ درد دور کرنے کے لئے یہ ایک عجیب دوا ہے۔ نین امرت تیل کی تعریف ہو نہیں سکتی۔ یہ ہم بات ہے کہ آنکھوں کی ہر ایک بیماری کو دور کر کے بینائی کی طاقت کو بڑھاتا ہے۔

مولوی عبدالحکیم صاحب شمس العلماء پروفیسر و سپرنٹنڈنٹ پرشین ڈیپارٹمنٹ اورینٹل کالج و فیلو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں کا ایند ضلع گوردواسپور:۔ پنڈت ہیمراج صاحب کا نین امرت روغن کا تجربہ کیا گیا۔ جن اشخاص کو یہ دوائی دی گئی پنڈت صاحب کے ثنا خوان ہیں اور مجھ کو خاص تجربہ سے عیاں ہو گیا کہ یہ دوائی ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ آنکھوں سے پانی جانا وغیرہ امراض چشم کے لئے نہایت مفید ہے ✦

مولوی مفتی محمد عبداللہ شمس العلماء ہیڈ مولوی و سپرنٹنڈنٹ اورینٹل کالج لاہور و فیلو پنجاب یونیورسٹی و پریزیڈنٹ انجمن تصدیق کرتا ہوں کہ نین امرت تیل آنکھوں کے لئے مفید دوا ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ لوگ اس کے استعمال کرنے پر شکریہ ادا کرینگے۔ اس لئے میں پبلک سے اس سے فایدہ اٹھانے کی سفارش کرتا ہوں۔

پنڈت ہیرانند صاحب شاستری ایم۔ اے میکلاڈ سنسکرت ریڈر پنجاب یونیورسٹی و سنسکرت پروفیسر اورینٹل کالج و ویدک کالج لاہور:۔ میں پنڈت ہیمراج وید وشارد کو بخوبی جانتا ہوں۔ وہ بڑے ایماندار اور محنتی نوجوان ہیں ہوشیاری تو لیکے سنسکرت چکتسا کی کو پڑھ کر اپنا دوائی خانہ کھولا ہے جس میں چند بہت مفید ادویات تیار کی ہیں۔ روغن کا استعمال کرتا ہوں یہ آنکھوں کے لئے نہایت ہی عمدہ دوا ہے۔ اس لئے میں اس روغن و نیز مصطفی سوم کے امتحان میں آئی ہیں پبلک کی قدردانی کے لئے بہت زور سے سفارش کرتا ہوں ✦

امجد بیگ کا روغن خضاب

صرف پانچ منٹ میں سفید بالوں کو قدرتی بالوں کی طرح سیاہ کر دیتا ہے باندھنے کی ضرورت نہیں - صرف برش سے لگا لیجئے دوسرے خضابوں کی طرح بالوں میں بھورا پن نہیں آتا - ایک مدت دراز تک رنگ نہیں جاتا اور اسی بات پر مجھے ناز ہے - ورنہ خضاب کے نسخہ ہزاروں آجکل مروج ہیں - مگر میرے خضاب کی طرح بالوں کا رنگ قائم اور نرم چمکدار نہیں بنا سکتے - اور **قیمت** سب خضابوں سے بہت کم یعنی فی بکس معہ محصولڈاک ایک روپیہ (عہ) - اور اس بکس میں دو شیشیاں ہیں -

اسکے علاوہ ولایتی ہر قسم کی نایاب اشیا جرمن - فرانس - امریکہ - لنڈن مثلاً گھڑیاں ہر قسم کی - بالکل خوشنما مضبوط - گاڑی گھوڑوں کا ساز سامان موٹر کار - یہ گاڑی بجلی کی قوت سے خود بخود چلتی ہے - عجیب طلسمی گاڑی ہے - غرضیکہ تمام دنیا کی چیزیں میرے ذریعہ سے آپکو گھر بیٹھے پہنچ سکتی ہیں -

برقی فیتہ - اس فیتہ میں بجلی کی قوت دی گئی ہے جس بچے کے گلے میں پہنا دیا جاوے دانت بہت آسانی سے نکل آئیں - تمام ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے **قیمت دو روپے** -

سرمہ کی گولی - نہایت مفید و آزمودہ آنکھ کے ہر مرض کے لئے تاثیر اکسیر رکھتی ہے **قیمت** فی تولہ ایک روپیہ (عہ)

قرآن مجید - یہ قرآن شریف ایک انچہ لمبا اور ایک انچہ سے کسیقدر کم چوڑا مختلف دھاتوں کے تعویذ میں بند اور اسکے ساتھ ایک آئی گلاس بھی ہے - آئی گلاس کے ذریعہ خوب اچھی طرح سے پڑھا جاتا ہے دوسرے یہ کتنی برکت کی بات ہے - کہ تمام و کمال قرآن شریف کا جو نہایت خوشنما گلے میں ہے - اس سے زیادہ حرز جان کے لئے عمدہ کوئی چیز صاحب ایمان کو ممکن نہیں ہے - **قیمت تین روپے** (عہ) -

سوا

مہیر کا چھلہ جو ماہ رجب کی ایک مخصوص تاریخ میں برکت اسمائے الٰہی سے تیار کیا جاتا ہے - خونی چھیکرتا بواسیر کو دفع کرتا ہے ایک فقیر درویش کامل کا عطا کیا ہوا ہے - **قیمت** فی چھلہ ۱۰

المشتہر

مرزا امجد بیگ تاجر کتب بمبئی بھنڈی بازار

عرقِ ماء اللحم انگوری

اور

درازیٔ عمر

ہر تازہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ دو بزرگ ہم عمر عہدہ دار جو اتفاقِ حسنہ سے ایک ہی ضلع میں مقرر تھے
ایک ہی مرض میں مبتلا تھے ضعفِ دماغ اور تاریکیٔ چشم۔ سر کا گھومنا۔ چکرانا۔ تھوڑے کام سے دل گھبرانا جس روز
دو چار گھنٹہ بیٹھ کر کام کرنا پڑے۔ سر درد ہو جانا۔ بھوک کا بند ہو جانا۔ ہاتھ پاؤں کا ٹوٹنے لگنا اور کبھی گھر
میں تخلیہ کا موقع ملے تو صبح کو کوفتِ اعضا شکنی معلوم ہونا۔ چارپائی سے اٹھنے کو دل نہ چاہنا۔ ایک صاحب نے عرق ماء اللحم
کا استعمال شروع کیا۔ اور دوسرے صاحب اور مختلف معالجہ ڈاکٹروں حکیموں کا کرتے رہے۔ چند دنوں بعد عرق
پینے والے کا رنگ سرخ ہو گیا اور زردی چہرہ دور ہو کر گال جو پچکے ہوئے تھے پر ہو کر رنگ چمکنے لگا۔ تو دوسرے
مختلف ادویہ کھانے والے نے دوست سے تعجب سے پوچھا۔ یار کیا بات ہے۔ تم تو چار بجے کے بعد چھ سات
بجے تک کچہری میں کام کرتے رہتے ہو۔ صبح دم دیکھو سویرے ہی اٹھ کر ہوا خوری کے لئے تیار۔ یہ ماجرا
کیا ہے۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ میں عرق ماء اللحم انگوری دوا خانہ ساختہ حکیم غلام نبی
لاہوری پیا کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ صبر نہ کر سکے جھٹ تار دیا۔ عرق بھیج دو۔

اب اس ڈپٹی کلکٹر کا سارٹیفکیٹ ملاحظہ کیجئے۔ جس نے سول سرجنوں اور دوسرے معزز حکما [illegible]
کیا اور ناکامیاب رہا۔ دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ آٹھ آنہ کا ٹکٹ بھیج دیجئے۔ سارٹیفکیٹ صحت نامہ
بھیجوں گا۔ **قیمت** فی بوتل [illegible]
کفایت ہوگی۔ ریلوے سٹیشن معہ ضلع صاف لکھیں۔ ورنہ بذریعہ ڈاک منگوائیں [illegible]

پتہ: حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور موچی دروازہ [illegible]

پانچہزار روپیہ انعام

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یوروپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے:-

ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پڑبال۔ پھولا۔ سبل۔ سرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ۔

معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی حاجت نہیں رہتی۔ بچہ سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت اس لئے کم رکھی گئی ہے کہ خاص وعام اس سرمہ سے فائدہ اٹھائیں۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ عہ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ مبلغ ہے خالص ممیرہ فی ماشہ مبلغ سہ مصری سرمہ فی تولہ سہ خرچ ڈاک بذمہ خریدار۔ درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ نقل وجعلی ممیرے کے سرمہ کے اشتہاروں سے بچنا چاہئے۔

المشتہر

پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

ان سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

۱۔ میں نے ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ نے تیار کیا ہے۔ ان مریضوں پر جنکی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کرکے دیکھا مفید پایا میری رائے میں خاصکر ان مریضوں کے واسطے جنکے پانی جاری رہتا ہے۔ اور دھند۔ غبار۔ کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت مفید ہے۔

راقم ڈاکٹر برج لال گھوش رائے بہادر ایم۔ بی۔ اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور ... سرجن گورنمنٹ جنرل ہند۔

۲۔ میں نے آپ کا سرمہ آنکھوں کی بہت سی بیماریوں میں بہت مفید پایا۔ خاصکر ... مجھکو تو بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ میں آنکھوں کی بیماری میں اس کے استعمال کرنے کی سفارش ...

راقم ڈاکٹر کاشی رام صاحب میڈیکل آفیسر شفاخانہ سرریاست نیپال۔

۳۔ جناب سردار صاحب جو پیکٹ سرمہ ممیرہ کا بغرض تجربہ آپنے میرے پاس بھیجا تھا اسکو میں نے اپنے چند مریضوں پر استعمال کیا بہت مفید پایا۔ میری رائے میں آپ کا ایجاد کردہ سرمہ سوزش چشم اور کمزوری نظر اور تیزی کے لئے نہایت مفید ہے۔

راقم ڈاکٹر لچھمن داس صاحب پروفیسر میڈیکل کالج آگرہ۔

۴۔ جناب پروفیسر صاحب! تسلیم۔ آپ کا سرمہ ایک مریض پر استعمال کیا۔ جسکو عرصہ سے دھند۔ ناخونہ تھا۔ کالاسلاک لوشن وغیرہ سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ مگر آپکے سرمہ سے ایک ہفتہ کے استعمال سے کلی صحت ہوگئی۔

راقم ڈاکٹر نوازش علی پنشنر مقام دیوبند

... روپیہ انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمے کی سندات میں سے جو قریب بیس ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کردے تو اسکو مبلغ پانچہزار روپیہ کا انعام دیا جائیگا۔ جو لاہور کے نیشنل بنک میں اسی مطلب کیلئے ۲۴ نومبر ۱۸۹۹ء میں جمع کیا گیا ہے۔